مسلسل اشاعت کے انچاس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

578

ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ

اکتوبر 2013

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 49
شمارہ نمبر 01
ذوالحجۃ ۱۴۳۴ھ
اکتوبر ۲۰۱۳ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: مذاکرات سبوتاژ کرنے کی امریکی سازش .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ...... مولانا حافظ عرفان الحق حقانی ۴
- تضحیک واستہزاء ایک معاشرتی ناسور .... حضرت مولانا حافظ انوارالحق ۱۷
- مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ محمد اقبال کا باہمی تعلق .... ڈاکٹر خالد عثمان حقانی ۲۳
- عالم اسلام کی ابتر صورتحال .... مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی ۳۵
- اسلامی سال کا آغاز اور چند گزارشات .... مولانا محمد جہان یعقوب ۴۳
- ملالہ یوسفزئی اور عمیر قاسم حمزہ الجنابی .... جناب اوریا مقبول جان ۴۶
- جامعہ حقانیہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ کا تعارف اور کارکردگی .... مفتی غلام حسین ۴۹
- ماحول اور صحت اسلام کے ترازو میں .... محمد اسرار ابن مدنی ۵۷
- افکار و تاثرات ...... (جناب اشرف علی، جناب قاضی محمد یعقوب، محمد اسلام حقانی) .... ادارہ ۶۰
- دارالعلوم کے شب و روز .... مولانا حامد الحق حقانی ۶۲
- تعارف و تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۴

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر (0923) 630435
فیکس نمبر Fax(0923)630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس Facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ : www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/35 روپے سالانہ -/350، بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

مذاکرات سبوتاژ کرنے کی امریکی سازش

تحریک طالبان پاکستان کے سربراہ حکیم اللہ محسود جمعہ کی شب ایک امریکی ڈرون حملے میں جان بحق ہوگئے۔ایک ایسے حساس موقع پر جبکہ پوری قوم‘ تمام سیاسی جماعتوں اور پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کے لئے حکومت کو واضح مینڈیٹ دے دیا تھا کہ خدارا مزید پاکستانیوں کا خون امریکیوں کے لئے بہانا بند کردیا جائے اور طالبان سے بامقصد مذاکرات کرکے ملک میں حقیقی امن وامان‘ بیروزگاری اور ڈوبتی معیشت کو سہارا دیا جائے۔اسی طرح پاکستان کے مسلک دیوبند کے تمام اکابرین علماء نے بھی تحریک طالبان اور حکومت کے مذاکرات کے لئے ایک موثر اپیل کی تھی۔دونوں فریقوں سے یہ درخواست بھی کی کہ وہ فوری جنگ بندی کا اعلان کریں۔جس کا ردعمل تحریک طالبان پاکستان اور حکومت دونوں نے مثبت طور پر دیا تھا لیکن یہ سب کچھ امریکہ سے برداشت نہ ہوسکا اور پاکستان میں جاری آگ کے شعلوں کو بجھتے دیکھتے ہوئے فوری طور پر مذاکرات سے ایک روز قبل یہ ظالمانہ کاروائی کرکے اس کی سالمیت اور مذاکرات کے عمل کو بھی تاراج کردیا اور یوں پاکستانی پارلیمنٹ‘ فوج اور اپنی اتحادی حکومت کے فیصلوں وقراردادوں کا بری طرح مذاق اُڑایا گیا۔

امریکہ روز اول سے مذاکرات کے حق میں تھا اور نہ ہمارے خطہ میں امن وامان کا حامی ہے۔اس تازہ ڈرون حملے سے جہاں اس نے بدنیتی اور بے حسی کا اظہار کیا ہے وہیں وزیراعظم نواز شریف کے دورہ امریکہ پر پانی پھیر دیا ہے حالانکہ وزیراعظم اور اس کے حامی وحاشیہ بردار اس دورہ کو پاکستان کے امن وامان کے حوالے سے سنگ میل سمجھ رہے تھے اور انہوں نے قوم کو یہ جھوٹی تسلی دی کہ باراک اوبامہ ڈرون حملوں کے مسئلہ پر پاکستانی قوم اور حکومت کی تشویش پر ازسرنو جائزہ لے رہا ہے۔ابھی اس ناکام دورے کی کامیابی کے بلندو بانگ دعوؤں کا میڈیا میں شوروغل بپا تھا کہ اس تازہ ظالمانہ حملے نے اِن کی تمام بناوٹی اور جھوٹی سیاست و ڈپلومیسی کی پول کھول دی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ نے یہ کاروائی کرکے خود کو پوری طرح پاکستانی قوم کے سامنے بے نقاب کردیا ہے اور بزبان حال اعتراف کیا ہے کہ حقیقت میں پاکستانی عوام کے تمام دُکھوں اور تکلیفوں کا ذمہ دار اصل میں (امریکہ) ہوں۔مذہبی جماعتوں اور خصوصاً دفاع پاکستان کونسل کے وہ تمام خدشات‘ احتجاج‘ لانگ مارچ اور غلامی سے بیداری وآزادی دلانے والی تمام مساعی مبنی برحق تھے کہ امریکہ کبھی بھی پاکستان کا سچا دوست نہیں ہے جس کی

وجہ سے پاکستان گزشتہ ایک دہائی سے پرائی جنگ کا ایندھن بن رہا ہے۔

پاکستانی عوام نے پرویز مشرف کی ظالم فاشسٹ حکومت اور پاکستان پیپلز پارٹی کے شرمناک دور اقتدار کے بعد بھاری اکثریت کے ساتھ مسلم لیگ ن پر اعتماد کرتے ہوئے الیکشن میں واضح برتری دلوائی تھی کہ میاں نواز شریف صاحب پاکستانی عوام کے دُکھ اور مسائل پر مبنی سیاہ رات خصوصاً امریکی غلامی میں بندھے ہوئے ملک وملت کو حقیقی آزادی اور مسائل سے چھٹکارا دلائیں گے لیکن افسوس صد افسوس! کہ میاں صاحب اپنی پرانی خودغرضانہ فطرت' خوئے غلامی اور اپنے غلام حکمران پیشروؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وائٹ ہاؤس کی دہلیز پر گزشتہ دنوں ایک بار پھر سجدہ ریز ہوگئے اور اپنے وہ پرانے وعدے ایک بار پھر حسب سابق بھلا دیئے جس شرمناک طریقے سے باراک اوبامہ اور امریکیوں نے نواز شریف کو ڈیل کیا ہے وہ بھی ایک خوددار قوم کے رہنما کے شایان شان نہ تھا۔ اس حادثہ کے بعد اب حکومت اور اس کی اتحادی جماعتوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ امریکہ اور اس کی جنگ سے خود کو الگ تھلگ کر دیا جائے اور تحریک طالبان پاکستان سے ازسرنو مذاکرات کے لئے مخلصانہ کوششیں پھر سے کرنی چاہئیں۔ بہرحال حکومت پاکستان کو اب مزید تذبذب اور گومگو کی سیاست سے نکل کر کھل کر کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔ ایک دہائی تک امریکی بہادر کیلئے اپنے عوام کے خون بہانے کے بعد بھی امریکہ پاکستان کے خلاف سازشوں سے باز نہیں آرہا۔ اسکے ساتھ ساتھ پاکستان کیخلاف ہندوستان' افغانستان کی سازشیں بھی اپنے عروج پر ہیں اور یہ میاں صاحب کی دوستی کی پیشکشوں کا جواب کنٹرول لائن پر مسلسل فائرنگ اور بین الاقوامی سفارتی پلیٹ فارموں پر پاکستان کے خلاف ہرزہ گوئی اور پروپیگنڈوں کی شکل میں دے رہے ہیں۔

یوں تو حکمرانوں اور خصوصاً وزارت خارجہ کی ہر قسم کی سفارتکاری ہمیشہ سے ناکام چلی آرہی ہے لیکن اس تازہ واقعہ نے تو ایک بار پھر انکی شرمناک ناکامی قوم کے سامنے عیاں کردی ہے۔ چنانچہ امریکہ کے خلاف وفاقی حکومت کو فوری طور پر نیٹو سپلائی کی بندش کا فیصلہ کرنا چاہیے نہ کہ صوبائی حکومت کی طرف سے۔ گو کہ عمران خان نے قدرے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیٹو سپلائی کی بندش اپنی صوبائی حکومت کی قربانی اور آخری حدوں تک جانے کا بیان دیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ بیان صرف جذبات کی حد تک نہ ہو بلکہ عملاً اس کا مظاہرہ ہونا چاہیے، اس سلسلے میں تقریباً تمام جماعتیں عمران خان کے فیصلے کا خیر مقدم کرتی ہیں اگر تحریک انصاف نے اس بار امریکہ کے خلاف کوئی عملی اقدام نہ اٹھایا تو ان کا سیاسی مستقبل خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ ڈرون حملوں کے متعلق ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تازہ چشم کشاہ رپورٹ اور دیگر شواہد اور تفصیلات نے پاکستان کے چہرے کو مزید داغدار کردیا اور ساتھ ہی ثابت کر دیا ہے کہ امریکہ اور اسکی اتحادی طاقتیں پاکستانی و عالمی قوانین کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں اور انکی کوئی حیثیت نہیں۔ یقیناً ان واقعات کے نتیجے میں حکمرانوں کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ؏ قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند ......

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۵۴ء

قسط (۲۴)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں............ (مرتب)

المجدعُ فی اللہ یعنی جس کے ناک اور کان اللہ کی راہ میں کٹے: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ جنگ احد (شروع ہونے) سے پہلے مجھے حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کہا کہ آؤ مل کر خدا سے اپنی آرزوؤں کی دعا کریں۔ میں نے کہا کہ اچھا ہم ایک کنارے ہوگئے۔ پہلے میں نے دعا کی الٰہی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لئے ہو پھر مجھے فتح ملے' میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہؓ نے کہا کہ آمین۔ پھر عبداللہؓ نے اپنے لئے دعا کی۔

اللھم الرزقنی غداً رجلاً شدیداً باسہ شدیداً حرزہ اقاتلہ فیك ویقاتلنی فیقتلنی ثم یا خذنی فیجدع انفی

---

* استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

وانتنی فاذا لقیتك قلت یا عبدالله فیما جُدِعَ انفك واذنك فاقول فیك وفی رسولك فتقول صدقت۔(انتھی[۱])

ترجمہ: ''اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو بڑا ہی سخت اور زور آور و غضب ناک ہو' محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بلآخر وہ مجھ کو قتل کرے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار جب تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے کہ اے عبداللہ یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے؟ تو میں عرض کروں اے اللہ! تیرے اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور آپ اس وقت یہ فرمائیں کہ سچ کہا۔''

سعد ابن ابی وقاصؓ کا قول ہے کہ عبداللہؓ کی دعا قبول ہوئی۔ انکی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ اور بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے۔ پھر سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ایک قبر میں مدفون ہوئے۔ (رحمۃ للعالمین ص ۲۱۲' ج ۲)

مشاہیر تابعینؒ کے سنین پیدائش و وفات: حضرت سعید بن المسیبؒ (۱۴ھ۔۹۲ھ)۔ حضرت حسن بصریؒ (۲۱ھ۔۱۱۰ھ) ☆ حضرت ابن سیرینؒ (۲۳ھ۔۱۱۰ھ) حضرت عروہ بن زبیرؒ (۲۲ھ۔۹۴ھ)

☆ حضرت زین العابدینؒ (۳۸ھ۔۹۴ھ) ☆ حضرت مجاہدؒ (۲۱ھ۔۱۰۴ھ) ☆ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (۳۷ھ۔۱۰۶ھ)

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ متوفی ۱۷۹۲ء۔۱۲۰۶ھ:

ولادت تقریباً ۱۱۱۴ھ بمقام عینیہ جہاں ان کا خاندان رہتا تھا' ہوئی۔ آپ کے والد عبدالوہاب قاضی تھے' ۱۱۳۶ء میں حاکم شہر سے کچھ مخاصمت ہونے سے حُریملا چلے گئے' جہاں ۱۱۵۳ء میں وفات پائی ابتدائی علم و فقہ آپ نے والد سے حاصل کیا اور حدیث و کتاب کلام وغیرہ کا خود بھی مطالعہ کیا' آپ علم کے شوق میں حج کرتے ہوئے مدینہ بھی پہونچے جہاں آپ نے بڑے بڑے بلند پایہ محدثین سے فیض حاصل کیا، پھر اپنے وطن مالوف واپس ہوئے اور اصلاح کا کام شروع کردیا' مدینہ میں آپ نے شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیفؒ سے علوم دینیہ حاصل کئے آپ کو شیخ علامہ محمد حیات سندیؒ جو کہ محدثین کے سرخیل واہل سنت کے امام تھے' سے بھی شیخ عبداللہ کی راہنمائی پر فیض حاصل کرنے کا موقع ملا مدینہ سے فراغت کے بعد آپ بصرہ آئے اور شیخ محمد مجموعی سے علم توحید حاصل کی' اور علی الاعلان بدعات و منکرات کی مخالفت شروع کی۔ بصرہ کے لوگوں نے آخر کار ان سے تنگ آکر عین دوپہر کے وقت نکال دیا' شدت گرمی وغیرہ سے آپ کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا لیکن خدا نے نجات دی' شام جانے کا ارادہ کیا مگر قلت زاد کی وجہ سے والد کے ہاں حریملا گئے' والد سے درس کا سلسلہ شروع کیا' بدعات کی مخالفت بدرجہ اتم ہوئی۔ آخر باپ بھی عامی ہونے کی وجہ سے مخالف ہوگئے' باپ کی وفات کے بعد آپ نے پورے زور سے اپنی اسکیم شروع کی اور چند آدمی ساتھ ہوگئے یہاں سے ان کے مشن کا آغاز ہوتا ہے' اصلاح کی ابتداء اپنے شہر کے فسقاء و فجار سے کی جنہوں نے ان کے قتل کی ٹھانی لیکن آپ بچ گئے' آخر کار شیخ نے یہاں سے عینیہ ہجرت کی جہاں

کے امیر عثمان بن احمد بن عمر بہت اچھے اعزاز سے پیش آئے اور اپنی صاحبزادی جوہرہ سے شادی بھی کروا دی' شیخ نے عثمان کی طرف اس اسلامی تحریک کی دعوت دی' انہوں نے منظور کرلی اور ساتھ ہوئے' رفتہ رفتہ کافی جماعت پیدا ہوئی جبیلہ مقام پر ایک قبہ بنام زیدؓ بن الخطاب تھا جو کہ حضرت عمرؓ کے بھائی تھے اور غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے تھے جو کہ رفتہ رفتہ ایک بت خانہ کی صورت میں بدل چکا تھا۔ آپ نے عثمان کو اس کے ڈھانے کا کہا اور فوج مانگی کہ شاید اہل جبیلہ مزاحم ہوں آپ خود گئے قریب تھا کہ لڑائی ہوتی مگر وہ سمجھ گئے اور لڑائی چھوڑ دی آپ نے خود کدال لے کر اسے ڈھا دیا بہت سے بدعتی قبر پرست اس رات شیخ پر کسی آفت آنے کے منتظر رہے لیکن آپ نہایت سالم رہے ایک عورت نے زنا کا اقرار کیا' آپ نے اسے رجم کردیا۔ ان باتوں سے آپ کی شہرت بڑھتی گئی اور ان کا رعب چھا گیا' یہ خبریں جب والی احساء سلیمان بن محمد کو پہنچیں تو اس نے عثمان کو تہدید آمیز خط لکھا اور شیخ کو قتل کرنے کا کہا اور کہا کہ بصورت دیگر ہم سالانہ امداد بند کردیں گے اور لڑائی کریں گے' عثمان کے حواس اُڑ گئے اور شیخ کو چلے جانے کا کہا' آپ نے درعیہ مقام کو جانا چاہا' عثمان نے ان کی قتل کی سازش کی مگر قاتل کے ہاتھ شل ہوئے اور آپ بچ گئے آپ وہاں سے آگے نکل کر محمد بن سویلم عرینی کے ہاں ٹھہرے وہ واقعات سن کر خوفزدہ ہوا اور کہا کہ ابن سعود کہیں مجھ پر ایسا آفت نہ لائے' لیکن آپ نے نصیحت کی اور اس نے صبر کیا رفتہ رفتہ ابن سعود نے آپ کی حمایت پر کمر ہمت باندھی (قصہ طویل ہے) اور بیعت ہوئے تب آپ نے درعیہ میں آکر قیام کیا رفتہ رفتہ لوگوں نے درعیہ ہجرت شروع کی اس طرح بہت بڑی جماعت آل معمر وغیرہ کی جمع ہوئی۔ عثمان بھی ڈر سے آئے اور معافی مانگی اور جانے کا کہا لیکن آپ نے جانے سے انکار کردیا۔ آخر آپ نے اپنی ساری عمر دعوت تبلیغ وجہاد توحید وسنت میں صرف کی اور بدعات منکرات خرافات کا قلع قمع کرڈالا اور بانوے برس کی عمر میں آخر ذوالقعدہ ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ آپ بنی تمیم کے خاندان سے تھے' بااخلاق مہمان نواز' مستقل مزاج تھے' زاہد عابد متورع طالب اور سائل پر مہربان اور اس طرح بارعب شخص تھے۔ آپ کے حالات میں علامہ حسین بن غنام احسائی نے ایک مبسوط تالیف روض الفهام فی شرح احوال الامام لکھی ہے، دو جلد میں پہلی جلد میں ان کے قلمی وعلمی کارنامے اور دوسرے میں سیفی اس کا ایک حصہ بمبئی سے شائع ہوا ہے۔ شیخ اکثر یہ ابیات پڑھا کرتے تھے۔

بای لسان اشکرواللہ انہ	لذونعمة قد اعجزت کل شاکر
حبانی باالاسلام فضلاً ونعمةً	علی وباالقران نور البصائر
وباالنعمة العظمیٰ اعتقاد ابن حنبل	علیها اعتقادی یوم کشف السرائر

آپ نے بے حساب رسائل فتاوٰوں اور جوابات کے علاوہ حسب ذیل تالیفات کیں۔

کتاب التوحید' کشف الشبهات' قرآن کے بعض حصوں کے فوائد۔ کتاب الکبائر' مسائل الجاهلیة' فوائد السیرة النبویة' اختصار وشرح الکبیر والانصاف' شرح اقتاء من آداب المشی الی الصلوة کو منتخب کیا

شیخ کے تینوں بیٹے‘ حسین‘ عبداللہ‘ ابراہیم بڑے عالم اور آپ کے شاگرد تھے‘ آپ کے بعد آپ کی جگہ مسند قضاء پر بیٹھے آپ کے پوتے عبدالرحمٰن بن حسین نے بھی آپ سے تعلیم حاصل کی‘ ان کے متعدد رسائل و شرح کتاب التوحید شائع ہوئے ہیں۔ آج کل آپ کے خاندان سے شیخ عبداللہ بن حسن شیخ القضاۃ قادر شیخ محمد بن عبداللطیف وغیرہ اہل علم کی ایک جماعت موجود ہے اہل نجد اور خود سلطان ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔

(یہ مضمون کتاب التوحید کے مقدمہ اردو جسے محمد بن یوسف بن محمد پوری نے لکھا ہے‘ سے اخذ کیا گیا ہے جو نور محمد کتب خانہ سے شائع ہوا۔) (سمیع الحق)

شیخ ابن عربی کی امام رازی کو نصیحت آمیز خط:

شیخ ابن عربیؒ نے امام رازیؒ کو ایک خط میں نصیحت فرمائی ہے کہ نظر و استدلال کی قید میں سے رہا ہو اور ریاضات مکاشفات اور خلوات کے ذریعہ معرفت الٰہی حاصل کر کے سکون و طمانیت و راحت حاصل کرلو۔ فرماتے ہیں‘

فاذن ینبغی للعاقل ان یتعرض لنفحات الجود ولایبقی ماسوراً فی قید نظرہ اوکسبہ فانہ علی شبھة فی ذلك ولقد اخبرنی من لقیت من اخوانك من له فیك نیله انه رأت وقد بکیت یوماً فسألك ھو ومن حضرہ عن بکائك فقلت مسئلة اعتقدیھا منذثلثین سنة فتبین لی الساعة بدلیل لاح لی ان الامر علی خلاف ماکان عندی فبکیت لعل الذی لاح لی ایضا یکون مثل الاول فھذا قولك ومن المحال علی الواقف بمرتبه العقل والفکر ان یستریح او ان لیسکن ولا سیّمافی معرفة اللہ تعالیٰ فی بالك یا اخی یتقفی فی ھذہ الورطة ولا تدخل طریق الریا ضات والمکاشات والمجاھدات والخلوات التی شرعھا رسول اللہ ﷺ فتنال ما نال من قال فیه اللہ سبحانه عبداً من عبادنا اتیناہ رحمةً من عندنا وعلمناہ من لدنا علما (کشکول بہاؤ الدین عاملی مطبوعہ مصر‘ ص ۲۴۱)

اب عقل مند کے لئے مناسب ہے کہ وہ خدا کی جود و کرم کی خوشبوؤں سے فائدہ اٹھائے اور نظر و استدلال کی قید میں نہ پھنسا رہے کیونکہ وہ اس طرح ہمیشہ حالات میں رہتا ہے چنانچہ مجھ سے تمہارے ایک دوست نے جو مجھ سے ملا ہے اور تمہارے ساتھ حسن عقیدت رکھتا تھا‘ یہ بیان کیا ایک دن آپ بہت روئے تو اس نے اور حاضرین نے وجہ دریافت کی تو تم نے جواب دیا کہ ایک مسئلہ جس پر تیس برس سے میں اعتقاد جمائے ہوئے تھا اس وقت تک ایک دلیل سے مجھ کو غلط ثابت ہوا اس کے بعد مجھ کو کیا اطمینان ہے کہ جو تحقیق سے مجھ پر اب ظاہر ہوئی ہے وہ بھی پہلے کی طرح غلط نہ ہو۔ خود تمہارا قول ہے اور واقعی وہ شخص جو عقل اور استدلال کے مرتبہ سے آگے نہیں بڑھا‘ ناممکن کہ سکون اطمینان و راحت حاصل کرے بالخصوص خدا تعالیٰ کی معرفت میں تو اے برادر پھر بھی تم کیوں اس

گرداب (نظروفکر) میں پڑے ہواور کیوں ریاضات مجاہدات مکاشفات اور خلوات میں وہ طریقہ اختیار نہیں کرتے جس کو رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم بھی وہ چیز جان لو جو اُس بندے نے کی جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو خاص اپنے پاس سے رحمت اور علم عطا کیا۔ (شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتاب العقل والنقل ص ۲۰)

o

انسان کے ظلوم وجہول ہونے کا مطلب:

انا عرضنا الامانة على السموات والارض (الاية)

آسمان بار امانت نتو انست کشید قرعه فال بنام من دیوانه زدند

ظلوماً جھولا ظالم ونادان ''دیوانہ عشق'' کی دوسری تعبیر پہلا انسان کی عملی قوت کی بے اعتدالی اور دوسرا اس کی ذہنی وعقلی قوت کی بے اعتدالی کا نام ہے۔ظلوم کا مقابل عادل جہول کا عالم ہے (خطبات مدراس ص ۸)

انسانی ذمہ داریوں کا اصلی سبب اسی کے احساس ادراک تعقل ارادہ کی قوتیں ہیں' اسلام (فقہ) میں ان کے نام تکلیف ہے جسے دوسری جگہ امانت سے ادا کیا گیا ہے۔ان الانسان لفی خسر اس نقصان کی وجہ وہی ظلم عملی اور جہل علمی ہے اس کا علاج ایمان (علم صحیح) اور عدل یعنی عمل صالح ہے۔

o

شجرہ شاہ وجیہ الدین فاروقی معاصر سلطان اورنگزیب

شاہ عبدالرحیم ۱۱۳۱ھ

- شاہ اہل اللہ (۱۱۸۷ھ)
- حکیم الامت شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ م ۱۱۷۶ھ)
  - شاہ عبدالقادر (۱۲۳۰ھ)
  - شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ)
    - دختر (زوجہ شاہ محمد افضل)
      - شاہ محمد یعقوب (۱۲۸۲ھ)
      - شاہ محمد اسحاق محدث (۱۲۶۲ھ)
    - دختر زوجہ شاہ عبدالحیٔ (رفیق شاہ اسماعیلؒ)
      - شاہ عبدالقیوم (۱۲۹۹ھ)
  - شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ)
    - شاہ مخصوص اللہ (۱۲۷۳ھ)
  - شاہ عبدالغنی (۱۲۲۷)
    - **شاہ اسماعیل شہید** (۱۲۴۶ھ)
      - شاہ محمد عمر (۱۲۶۸ھ)

ایں سلسلہ طلائے ناب است ایں خانہ ہمہ آفتاب است

شاہ وجیہ الدین جنگ برادران میں اورنگزیبؒ کی طرف سے لڑے تھے' بادشاہ دکن میں تھے شاہ صاحب (عبدالرحیم) بھی جہاد کیلئے دکن جارہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے شہید کرڈالا شاہ عبدالرحیم کے مجاہدانہ خیالات کا اندازہ ان کے خطوط کے ایک نسخہ سے جو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں میری نظر (سید سلیمان ندوی) سے گذرا ہے بخوبی ہوسکتا ہے (سیرت سید احمد شہید مقدمہ از سلیمان ندوی ص ۱۱۱)

جدامجد سید احمد شہید شجرہ شاہ علم اللہؒ معاصر عالمگیرؒ

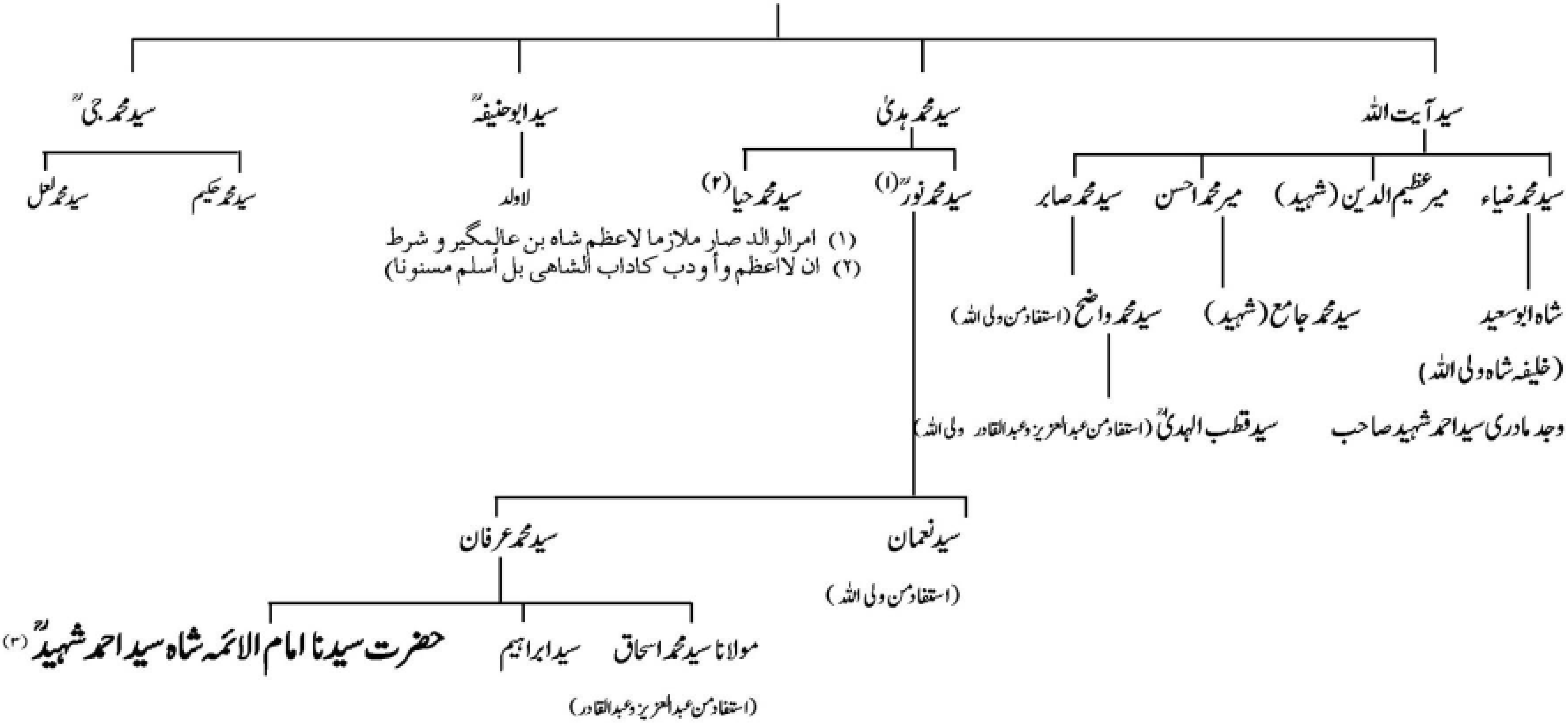

(۳) ولد فی دائرہ علم اللہ الشھیر الیوم ب "تکیہ" فی صفر ۱۲۰۱ فی بیت الوالد ونسبہ فی السیرۃ مذکور الی علیؓ جلس فی المکتب بعمر اربع سنین کان شائقاً فی اللعب العسکریۃ اذاحتلم فکان مُجدًا فی خدمۃ الخلق ماھراً فی السبح والثبات فی الماء

ایں سلسلہ از طلائے ناب است این خانہ ہمہ آفتاب است

سید احمد شہیدؒ کے کچھ احوال:

رائے بریلی سے واپس ہو کر دہلی برائے ملاقات شاہ عبدالعزیز گئے۔ فرمایا: کہاں سے آئے؟ کہا کہ رائے بریلی سے۔ کس خاندان سے ہیں؟ تو کہا کہ وہاں کے سادات سے ہوں' تعارف کے بعد دوبارہ مصافحہ و معانقہ کیا۔ فرمایا کہ کس غرض سے اتنی طویل سفر کی تکلیف برداشت کی؟ سید صاحب نے کہا کہ آپ کی ذات مبارک کو غنیمت سمجھ کر طلب الٰہی کے لئے یہاں پہنچا' شاہ صاحب نے فرمایا اللہ کا فضل اگر شامل حال ہے تو اپنے ددھیال ننھیال کی میراث تم کو مل جائے گی۔ اس وقت آپ نے ایک ملازم کو اشارہ کر کے کہا کہ سید صاحب کو بھائی مولوی عبدالقادر کے ہاں اکبرالہ آبادی مسجد پہنچا دو اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر کہنا کہ معزز مہمان کی قدر کریں۔

حوّل(۱) اللہ قلوب الناس عموماً و افئدۃ العلماء و الصلحاء خصوصاً تھوی الیہ اتی الیہ الدعوات من

---

(۱) یہاں مولانا کے طالبعلمانہ ذوق نے ان کا قلم طالبعلمانہ عربی کی طرف موڑ دیا' اس عربی کا خلاصہ اور ترجمہ یہ ہے:
آپ کو چند دنوں میں اس قدر باطنی ترقی ہوئی اور وہ بلند مقامات حاصل ہوئے جو سالہاسال کی ریاضت و مجاہدوں سے کم حاصل ہوتے ہیں۔ اور آپ پر بیداری و خواب میں اس قدر انعامات الٰہیہ کی بارش ہوتی جس کی نظیر کم ملتی ہے۔ شاہ اسماعیل شہید لکھتے ہیں کہ ایک بار خواب میں رسول اللہ ﷺ نے سید صاحب کے منہ میں تین چھوہارے دیئے اور بہت شفقت و محبت سے کھلائے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ان کی شیرینی آپ کے ظاہر و باطن سے ظاہر تھی۔ چھ برس تک سید صاحب نے نواب امیر خان کی رفاقت اختیار کی' اور ان کے لشکر میں شامل رہے جو کہ انگریزوں سے اس عرصہ میں برسرپیکار تھا۔ نواب صاحب نے جب ۱۲۳۲ھ انگریزوں سے مصالحت اختیار کی تو سید صاحب ان سے جدا ہو گئے اور پھر دہلی پہنچے ' جہاں اکبرآبادی مسجد میں قیام فرمایا' یہاں لوگ کثیر تعداد میں آپ سے رجوع کرنے لگے۔ مولانا عبدالحیٔ اور شاہ اسماعیل شہید یہیں آپ سے بیعت ہوئے۔ مرشد وقت شاہ عبدالعزیزؒ کی زندگی میں ان اکابر کی کسی دوسرے کی بیعت میں داخل ہونا معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس کا بڑا چرچا ہوا جوق در جوق علماء و فضلاء و صالحین بیعت ہونے لگے۔ دن بدن آپ کی مقبولیت و شہرت بڑھتی گئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ نے دفعتاً اپنے بندوں کے قلوب عموماً ان علماء و صلحا کے خصوصاً آپ کی طرف پھیر دیئے ہیں جو لوگ آپ تک آنے کی رسائی نہ پا سکے اپنے وطن آنے کی دعوتیں دیں' کثرت سے دعوت نامے حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں بھیج دیئے اور عرض کیا کہ جیسا ارشاد ہو کیا جائے۔ شاہ صاحب نے اپنا لباس خاص پہنایا اور بڑی خوشی سے رخصت کیا۔ سید صاحب اس سفر میں میرٹھ' مرادنگر' سردھنہ' ہرھیانہ' پھلت' مظفرنگر' دیوبند' سہارنپور' انبیٹھ' نانوتہ اور کاندھلہ جیسے بڑے شہروں اور قصبوں میں جا کر دعوت حق کی ترجمانی کی۔ آپ کا یہ سفر باران رحمت کی طرح تھا کہ جہاں گزرتا ہے سرسبزی و شادابی' بہار و برکت چھوڑ جاتا ہے۔ دیکھنے والوں کا متفقہ بیان ہے کہ جہاں آپ تھوڑی دیر ٹھہریں گے وہاں مساجد میں رونق اللہ' رسول کا چرچا' ایمانوں میں تازگی' اتباع سنت' شوق اسلام کا جوش پیدا ہو گیا۔ اور کہیں کہیں ترک و بدعت اور رفض کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ علی میاں کے والد مولانا عبدالحیٔ نے ارمغان احباب میں مولانا ذوالفقار علی جو کہ شیخ الہند کے والد تھے' کہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ امر مشاہد ہے کہ سید صاحب اگر کسی ضرورت سے بھی کسی گاؤں میں گئے تو آج وہاں بھی خیر و برکت پائی جاتی ہے' گویا ایک نور مستطیل ہے کہ جدھر جدھر وہ گئے ادھر ادھر وہ پھیل گئے۔ اس تمام سفر میں مولانا عبدالحیٔ اور اسماعیل ان کے ہمرکاب تھے' جن کے مواعظ سے بہت اصلاح و انقلاب ہوا اس ایک سفر نے وہ کام کیا جو بڑے بڑے مشائخ کا تزکیہ باطن اور بڑے بڑے علماء و مصلحین کی برسوں کی تربیت ظاہر کرتی ہے' ہر ہر جگہ سینکڑوں آدمی متقی' متورع' عابد' متبع سنت اور ربانی بن گئے ہزاروں فاسق صالح اور اولیاء اللہ ہوئے' بیسیوں آدمی سید صاحب کے قتل کے ارادے سے آئے اور جانثار بن کر گئے اور گھربار چھوڑ کر ان کے ساتھ ہو گئے یہاں تک کہ میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ (از مختصر سیرت سید احمد شہیدؒ۔ عرفان الحق)

الهند یدعوهم الیهم فسفره باجازه شاه عبدالعزیز الی پهلت وسهارنپور ومظفرنگر ودیوبند 'بهاری نانوته' کاندهله ' گڑه مکسیره رامپور بریلی ' شاهجهانپور وغیرهم من الامصار والقری والبلاد وفی الهند الامکنه بایعو علی یده مئات من القبائل وتابو من الشرك والبدع الوف من الناس۔ کذافی سیرة سید احمدشهید لابی الحسن الندوی ص ۸۲۔۸۳) فی الاسفار کلها کان معه شاه اسمعیل ومولانا عبدالحئی بڈهانوی اصلح والقلب بمواعظهم مکان تلك السفر کاالسحاب الممطر بای ارض تجری فیترك الحضارة والخضب وأیمن والبرکة کان تلك السفر نوراً مستطیلاً این ذهب نور واضأ بکل مکانٍ ملین من الرجال صار ومتقین ومتورعین عابدین متبعین السنة وعلماء ربانین والاف من الفساق اصبحوا صالحین واولیاء الله ......

حضرت سید احمد صاحبؒ کے ہاتھ پر ۴۰ ہزار سے زیادہ ہندو وغیرہ کفار مسلمان ہوئے اور ۳۰ لاکھ مسلمانوں نے آپ کی ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلہ آپ کے خلفاء اور خلفاء الخلفاء کے ذریعہ زمین پر جاری ہے کروڑوں سے زیادہ ہے۔ (سوانح احمدی)

صرف آپ کے خلیفہ کرامت علی جونپوری کے ہاتھ بنگال میں لاکھوں مشرف باسلام ہوئے۔

مولوی یحیٰ علی صاحب عظیم آبادی پھانسی گھر میں اکثر نہایت درد سے دردؔ کی یہ رباعی سید صاحب کے اشتیاق میں پڑھا کرتے تھے۔ اتنا پیغام دردؔ کا کہنا جب صبا کوئے یار سے گذرے

کون سی رات آپ آئیں گے دن بہت انتظار میں گذرے

مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ سید صاحب اپنے پیر شاہ عبدالعزیزؒ سے بڑھ کر ہیں (ارمغان احباب سیرت ص ۴۹)

(آداب العلم والدرس والوعظ ومزایا العلماء وواجباتھم)

اذا شرع العالم فی اخذ الدرس وقرأ القاری فیحتاج اذ ذاك ان تکون علیه السکنیة والوقار فیخشع قلبه وتخشع جوارحه و لهذا المقام الذی اُقیم فیه ......الخ روی عن المحمد بن الحسن حین دخل علی مالك فی اصحابه من اهل العراق یریدون سماع الحدیث قال فدخلت فوجدت اصحابه وقعوداً بین یدیه کانهم علی رؤسهم الطیر فقلت سلام علیکم فلم یردعلیّ احد منهم الاماًلکاً فانه رد۔فقلت ما بالکم أنتم فی الصلوة فرمقونی باطراف اعینهم ولم یتکلوا ......الخ قصة یطول ذکرها ینبغی للمدرس والواعظ یجمع همته وخاطره عند قراء ة القاری ثم یستعیذ باالله ثم یسمی الله لکی یعتزله الشیطان ثم یصلّی علی النبی علیه السلام لتحصیل البرکة فی مجله لان البرکة معه علیه السلام حیث کان وحیث

ذکر ثم یترضی عن اصحابه لتکمیل البرکة ثم یجعل الحول والقوة الله ویتعری من حوله وقوته بقوله لاحول ......الخ یقولها ثلاث مراث وان کان سبعا فاحسن کذالك المحققون یفعلون ذلك ثم یسند امره الی الله ویوکل علیه فی شدیدیه وتوفیقه ویفتقر فی ذلك ویضطر الیه(امن یجیب المضطر الایة ویتعری اذ ذاك عن فهمه و ذهنه ومطالعته وانه الآن کان لایعرف شیئاً فان فتح الله علیه شئی اذ ذاك کان من الله فتحامنه و کرماً لا لاجل المطالعة والدرس والفهم وعدم الطعن علی اقوال الغیر

(ملخصا مدخل لابن الحاجؒ)

موطا اورامام مالک کی دوراندیشی:

انظر الی جواب مالك للخلیفة لما ان اراد ان یکتب الی الأقالیم بکتاب المؤطا وبالامران لایقرأ احد الا اياه فقال له مالك لاتفعل یا امیر المومنین فان أصحاب النبی ﷺ قدتفرقوا فی الأقالیم وقد اخذ الناس عنهم الخ ۔(ج۱ص۱۱۱)

فکرونظر کوجلاء بخشنے والی کتب:

فهرس بعض الکتب الجلیلة القیمة مالا بدمنها ان یطالع من یشتغل فی جودة نظره وفکره

بدائع الفوائد لابن القیمؒ /جماع العلم للغزالیؒ / مقاصد الفلاسفة الغزالیؒ/ الملل والنحل للشهرستانی/ الشعروالشعراء/ معیار العلوم للغزالیؒ/ تهافت الفلاسفه/ المعارف لابن قتیبة / الحکمة فی مخلوقات الله للغزالیؒ/ مقدمة ابن خلدونؒ/ اختصار علوم الحدیث لابن کثیرؒ / تذکره الحفاظ للذهبیؒ/ الجواهر المضیئه فی طبقات الحنفیه عبدالقادرقرشی/ کشف الظنون/ الدّررالکامنه فی اعیان المائمة الثامنه/ البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع/ شذرات الذهب فی اخبار من ذهب / البدایة والنهایة لابن کثیر

بعض اکابر کے سنین ولادت ووفات:

تاریخ پیدائش حضرت مولاناوسیدنا فی الدارین حسین احمدمدنی (چراغ محمد) درفیض آباد(ٹانڈہ)

علامہ دوران ابوالکلام محی الدین احمد ۱۸۸۸ء بمقام مکہ معظمہ والد نے تاریخی نام سے جوان بخت رکھا ہے ۱۳۰۵

جوان بخت وجواں طالع وجواں باد

ولادت شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶

ولادت متنبی شاعر ابوالطیب ۳۳۳ھ بمقام کوفه فی محلة کنده وفات ۲۳ رمضان ۳۵٤ باالقرب

من النعمانیه مع ابنه المحسد وعلامه المفلح

۱۲۳۹ھ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دنیا سے چل بسے بقول مومن خان مومن

''دست بیداد اجل سے بے سروپا ہو گئے   فقر و دین' لطف و کرم فضل و ہنر' علم و عمل

اسی کے اگلے سال ۱۲۴۰ھ کو دہلی کا نقشبندی مجددی مظہری درویش حضرت شاہ غلام علی بھی رخصت ہو گئے ، آپ کا تاریخ وصال نوراللہ مضجعہ (۱۲۴۰ھ) (آثار الصنادید' ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ مجلۃ الفرقان)

ائمہ فلسفہ والٰہیات کی بعض اہم کتابیں:

لافلاطون کتاب فی غایة الجودة واللطافة فیما یتعلق بالشریعة والنبوة ویسمی بالنوامیس ولارسطوا ایضاً کتاب فی ذلک ولکل منهما کتاب فی السیاسات الملکیة وقدصنف المعلم الاولی کتاباً حسناً فی تهذیب الاخلاق وصنف ابو علی المسکویة کتاباً فیه سماة بکتاب الطهارة لحصه ونقله المحقق الطوسی الی اللغة الفارسی المسمی باخلاق ناصریة (صدرا ص ۱۱ الحکمة العلمیه والکتب لمصنفة علی اصنافها)

محن ذریعه منن :

کتمت ربما کتمت المنن فی المحن قول الصوفی الشهیرابن عطاء اسکندری

(قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن ج ۱ ص ۲۶۲)

ابطال مادہ و مادیت:

مادہ جس کی تعریف ارسطو کے نزدیک یہ تھی کہ وہ نہ ایک ہے نہ چند نہ کثیر ہے نہ ثقیل ہے نہ خفیف ہے نہ حار ہے نہ بارد یعنی اس میں کوئی ایجابی (ثبوتی) صفت نہیں پائی جاتی گویا وہ ''کچھ نہیں'' (لاشئ) کے مترادف ہے یا جیسا کہ دیمقراطیس کہتا ہے کہ وہ سالمات کہتا ہے کہ وہ سالمات اور چھوٹے ذرات کا مجموعہ ہے یا جیسا کہ اب حال میں کہا جاتا ہے کہ وہ برق پاروں میں سے مرکب ہے اور سمندروں میں تیرتا پھرتا ہے یہ ایسے خواب کی تعبیر ہے جسے ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ ہم بجز احساسات کے کچھ جان ہی نہیں سکتے اور جو چیز عقل سے ثابت کی جائیگی وہ لفظ کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا پس وہ لفظ جس کے بل بوتے پر سطحیوں نے یہ غل مچا رکھا تھا کہ اجرام سماوی سے لے کر سمندوروں کی تہہ تک جو کچھ ہے سب ازلی اور عدیم الفناء مادہ اور انرجی (قوت) کی نیرنگیوں کا تماشا ہے ارض' سماوی' عضوی' غیر عضوی' ساری کائنات کا ایک ایک ذرہ اور تمام حوادث بلا استثناء مادہ ہی کے ناقابل تقسیم ذرات (جزء لا یتجزی) کے باہمی تعامل سے پیدا ہوئے ہیں آپ نے دیکھا کہ جس اینٹ پر یہ ساری عمارت کھڑی

کردی گئی تھی وہ مادہ تھا جس کو تحقیق نے بجز ایک تراشیدہ وہم کے کوئی حقیقت نہیں ثابت کردیا اب مادیین کے پاس کیا رکھا تھا جس پر وہ قدم جما سکتے ہیں'

پر وہی گر پڑا کبوتر کا　　جس میں نامہ بندھا تھا دلبر کا
تھی خبر گرم کہ غالب کے اُڑیں گے پرزے　　دیکھنے ہم بھی گئے تھے کہ تماشہ نہ ہوا

از الدین القیم مولفہ علامہ مناظر احسن گیلانی

ص ۵۳۔۵۴　سمیع الحق بشب جمعہ ۱۹۵۴ء۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ

روح القدس اور شیخ الحدیثؒ کی تشریح:

واٰتینا عیسیٰ بالبینات وایدناہ بروح القدس۔ فنفخنا فیھا من روحنا

بعض لوگوں نے یہاں روح القدس سے جبرائیل مراد لیا ہے کہ وہ عیسیٰ کے ممدومعاون تھے' پیدائش کے وقت بھی مریم میں روح انہوں نے ڈالا اور زندگی میں بھی مدد کرتے رہے' اور سولی پر لٹکانے سے جبرائیل نے نجات دلا کر آسمان کو بحکم الہ اٹھالیا اور شاہ ولی اللہ نے روح القدس سے وہ شعاع نورانیہ لئے ہیں جس سے روح مستفید ہوتا ہے اور تقویت حاصل کرتا ہے' جب یہ شعاع اپنا اثر روح سے ہٹالیں تو آدمی مرجاتا ہے اور عیسیٰؑ کی روح کی تائید اس شعاع نورانی سے ہوتی رہتی ہے' اسی وجہ سے تقریباً ۲ ہزار برس گزرنے سے وہ آسمان میں مع جسم صحیح و سالم زندہ ہیں' یہی وایدناہ بروح القدس ہے۔ (والد ماجد بوقت درس قرآن)(۱)

تجردِ روح مفتی کفایت اللہ کی توجیہ:

مفتی کفایت اللہ دہلوی نے کہا ہے کہ **قل الروح من امر ربی** یہ تعریضی جواب بھی ہوسکتا ہے کفار کو یعنی کہہ دو ان یہود کو کہ روح تجرد میں میرے رب کی طرح ہے۔ ۱۲ رواہ استاذنا مولانا عبدالغفور سواتی جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ

---

(۱) **شیخ الحدیث کا درس قرآن:**

حضرت شیخ الحدیث والد ماجد قدس سرہ دن بھر کتب حدیث پڑھانے کے ساتھ ساتھ ایک طویل عرصہ تک اپنی مسجد قدیم محلّہ میں نماز فجر کے بعد درس قرآن (ترجمہ وتشریح) دیا کرتے تھے جس میں گاؤں محلّہ کے عوام کے علاوہ بڑی تعداد میں طلبہ دارالعلوم بھی شرکت کرتے تھے بہت سے لوگوں نے اسے قلمبند کیا ہوگا مگر افسوس کہ ابھی تک کوئی تحریری آمالی ہمارے علم میں نہیں آئیں ورنہ علوم قرآنیہ کا ایک مخفی خزانہ سامنے آجاتا (سمیع الحق)

انبیاء اور رفع درجات:

ورفعنا بعضهم درجٰت الجمهور علی ان المراد به نبینا محمد ﷺ والموجود من الامم الیهود والنصاریٰ والمسلمون۔ فالمناسب تخصیص رسلهم بالذکر ولعلّ ذکر آخر هم فی الوسط للاشعار بکون شریعته وکذا امته وسطاً تفسیر المنار ص ۵ ج ۳.

جوّزوان یکون المرادبها ادریسؑ۔ لقوله تعالیٰ فی سورة مریم ورفعناه مکاناً علیّا ' علی ان المکان لیس بمعنی الدرجات ص ٦ ج ٢ المنار

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی ظریفانہ نوک جھونک:

قال الحافظ ابن حجرؒ

لجامع مولانا المویّد رونق　　منارته بالحسن تزهوبالزین

تقول وقدمالت من القصد امهلو　　فلیس علیٰ جسمی اضرمن العین

ففهم معاصرة العلامة بدر الدین العینی انه یکنی بالعین الیه فقال مجیباً

منارة کعروس الحسن اذ جلیت ــــ وهد مها بقضاء الله والقدر

قالواصیب بعین قلت ذاغلط۔ مااوجب الهدم الدخة الحجر

فکنیٰ بالحجر من ابن حجر انظر الی بظرافة طبائعهم والذهانة والذکاوة ماینا سب بتلك الاعلام وکان فضلاً من الملك الهمام وانظر الی هذهٖ الازمان والناس فی ظلام کیف یتراءیٰ العیون ویتجسس ولکن خلت الامصار والبلدان وما بقیت منهم الا یُعدون بالبنان ایفاءً لکلام الملك الذی هورفیع الشان علیه الصلاة والسلام من المنان وان من اشراط الساعة رفع العلم والعلماء من الدنیا " فالی الله المشتکی " وهو ذوالمستقر والمقام هذاما حررّت من فرط الحرارة فی القلب والناس نیام۔

سمیع الحق الحقانی الاحقر بالامانی غفرله الله ولمن رءاه

عقبہ بن نافع اور دیگر فاتحین افریقہ:

اول حضرت عثمانؓ کے عہد میں عبداللہ ابن سعد بن ابی سرحؓ نے افریقہ میں فتوحات شروع کیں پھر عقبہ بن نافعؓ فہری نے جو قرشی الاصل تابعی اور بقول بعض صحابی تھے۔۴۱ھ میں ورتہ اور مزانہ ۴۲ھ میں غورس اور ۴۴ھ میں کورامن کو فتح کیا ان کو ۵۲ھ میں امیر معاویہؓ نے گورنر افریقہ مقرر کیا اپنے شہر قروان کا بنیاد رکھا جس کی تعمیر سے افریقہ میں مستقل چھاؤنی قائم ہوگئی' آپ فتوحات کرتے ہوئے بحر اوقیانوس کے کنارہ مقام بالیان پر پہونچ

کر اور سمندر کو اپنی غازیانہ اوالوالعزمی کیلئے سدِراہ دیکھ کر حسرت سے کہا' یارب لولاھذالبحر لمُغیت فی البلاد مجاھدا فی سبلیلث (۱۲) تذکرہ بہادران اسلام ص ۱۲۔۱۳ مختصرا

عقبہ واپس ہوکر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں پانی کمیاب تھا لوگ مارے پیاس کے جاں بلب ہوگئے' عقبہؓ نے دعا کی مستجاب ہوئی ان کے گھوڑے کے پاؤں مارنے سے چشمہ پھوٹ پڑا' فوج مال مویشی سیراب ہوئے۔اس مقام کو اب ماء الفرس کہا جاتا ہے (تذکرہ بہادران اسلام ص ۱۴)

راستہ میں ہتوذ میں کے مقام پر عقبہؓ چند آدمیوں کے ساتھ پیچھے رہ کر فوج کو قیروان بھیجا' بربری سردار کسیلہ جو آپ کا معاند تھا' نے موقعہ کو دیکھ کر لاکھوں جمعیت کیساتھ ان پر حملہ کر دیا' عقبہ اور انکے ہمراہیوں نے میان توڑ دیئے اور خوب لڑائی لڑی آخر کب تک لاکھوں کا مقابلہ کر سکتے تھے تمام شہید ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون (ص ۱۵)

افریقہ کے تیسرے فاتح حسان بن نعمانی غسانی ۴۰ ہزار افواج کے ہمراہ داخل ہوئے اور شہر قرطاجنہ (جو تہذیب تمدن میں روما کے لگ بھگ تھا) فتح کیا بار بار بغاوت کی وجہ سے آپ نے قصر طاجنہ کو گرا کر قریب ہی شہر مونس کا بنیاد رکھا۔ص ۱۶۔ذکر حستان۔(محمد بن قاسم بن الحکم بن ابی عقیل ثقفی ابن عم حجاج ثقفی ص ۱۸)

فساد دین کی بنیاد علماء و حکام سوء:

وھل افسدالدین الا الملوك' واحبارُ سوء ورُھبانھا (عبداللہ ابن مبارک سید شہید احمد ص ۴۰)

■ ■ ■

اھم اعلان

شدید مہنگائی کی وجہ سے ماہنامہ الحق کے اخراجات سالانہ پانچ سو روپے سے بھی پورے نہیں ہوسکتے مگر یہ تبلیغ اور تحقیق کی ایک اہم ضرورت ہے اس لئے اس کے سالانہ خریداری میں صرف ایک سو روپیہ بڑھا دیا گیا ہے اکتوبر سے سالانہ چندہ -/350 روپیہ کر دیا گیا ہے۔قارئین نوٹ فرمالیں۔
فی شمارہ -/30 روپے

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

تضحیک واستہزاء ایک معاشرتی ناسور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ' بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ حجرات:۱۱)

"اے ایمان والو! نہ تو مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی کسی جماعت سے مذاق کرے' کیا عجب ہے کہ جو لوگ مذاق اڑا رہے ہیں ان سے وہ لوگ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے' یہ ممکن ہے جو عورتیں ہنسی اڑانے والی ہیں ان سے وہ عورتیں بہتر ہوں جن کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارا کرو ایمان لانے کے بعد فسق کا نام بہت بُرا ہے اور جو توبہ نہ کریں گے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہوں گے۔"

فلاحِ انسانیت: محترم سامعین! قرآن سراپا ہدایت ہے' اس کا حرف حرف عالم انسانیت کی فلاح اور کامیابی کا ذریعہ اور ہر قسم کے معاشرتی وخاندانی اختلافات وانتشار کا قلع قمع کرنے' اتحاد واتفاق کا فروغ دینے اور ہر قسم کے جھگڑے کو جڑ سے ختم کرنے کا ذریعہ ہے' رب کائنات نے نیکیوں پر عمل کروانے اور گناہوں سے بچنے کیلئے ایسا عجیب اور معجز انداز اپنایا کہ کوئی ذی شعور شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ کلام ربانی میں فلاں نیکی فلاں برائی بیان کرنے سے رہ گئی ہے۔ حسد' بغض کی عینک آنکھوں پر لگانے والے کے نزدیک اگر قرآن میں کسی کی زیادتی اور تحریف واجتہاد کو ضروری مانا جائے تو اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کالے شیشے والے عینک پہننے والے کو چاند وسورج بھی سیاہ نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے سورج وچاند میں نقص نہیں بلکہ خود عینک پہننے والے کی آنکھوں یا شیشوں میں خامی ہے۔

سرچشمہ رشد وہدایت: ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا پکا عقیدہ ہے کہ قرآن رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے اور اس میں انسان کیلئے مکمل اور جامع زندگی گزارنے کا ضابطہ موجود ہے۔ لاتعداد احکامات میں قرآن کریم کا سب سے

اہم پیغام دنیا والوں کو امن، صلح اور آشتی کا ہے، ہر ایسا عمل جس میں بلا شرعی عذر کے روئے زمین پر فساد اور امت کو فرقوں میں تقسیم کر کے آپس میں لڑانا ہو، انتہائی سختی سے ایسے حرکات سے زمین کے باسیوں کو منع کر دیا گیا ہے۔

ذرائعِ فسادِ معاشرہ: معزز سامعین! مذکورہ آیت کریمہ میں بھی مالک الملک معاشرے میں عمومی طور پر جو کام جھگڑے اور فساد کا ذریعہ بنتے ہیں ان کا بیان فرما رہے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو مومنین پر حرام قرار دی گئی ہیں۔

(۱) کسی بھی شخص کا مذاق اڑانا (۲) طعنے دینا (۳) کسی شخص کو برے نام سے پکارنا۔

یہ تینوں امور ایسے ہیں جو اکثر جھگڑے اور فساد کا باعث بنتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ تینوں کام کسی نے کئے اور پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کا حشر قیامت کے دن ظالموں کے ساتھ ہوگا۔

اور فتنہ و ظلم کا ارتکاب کرنے والوں کے بارہ میں رب العزت نے یہ سخت وعید بیان فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ (سورہ بروج:۱۰)

''جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہونچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے''

حکیم الامت کی رائے: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فلھم عذاب جھنم کے بعد ولھم عذاب الحریق لانے کی وجہ یہ تحریر فرمائی کہ عذاب میں ہر طرح کی تکلیف موجود ہے، سانپ، بچھو، طوق، زنجیریں، حمیم، غساق، زقوم وغیرہ ان میں سب سے شدید ترین عذاب جلنے کا عذاب ہے جسے تخصیص بعد التعمیم کے طور پر مختص کر کے الگ بھی ذکر فرمایا۔

تحقیر مسلم گناہ کبیرہ: بہر حال آیت میں پہلا کام کسی مسلمان کا مذاق اڑانا۔ قرآن مجید نے بڑے تاکید کے ساتھ مرد اور عورت کو الگ الگ بیان فرما کر حکم دیا کہ نہ تو کوئی مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائے اور نہ ہی کوئی عورت کسی دوسری عورت کا مذاق اڑائے۔ شریعت میں مذاق سے منع کرنے سے مراد ایسا مذاق ہے کہ جس میں کسی کا ایسا تمسخر کرنا جس سے دوسرے کو اپنی تحقیر معلوم ہو یا اس کا ذلیل کرنا محسوس ہو۔ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

فوقیت بلحاظ تقویٰ: یہ بات یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی باپ حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا تمام انسان صرف ایک ہی رب العالمین کے بندے ہیں ایک ہی نبی یعنی ختم المرسلین ﷺ کے امتی ہیں۔ کسی کو بھی دوسرے مسلمان پر رنگ و نسل، قومیت، مالداری و غیر مالداری، حسب و نسب وغیرہ کی وجہ سے فوقیت نہیں اگر اللہ کے دربار میں کسی انسان کی سربلندی ہے تو اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (سورۃ الحجرات ۱۳) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد: لہٰذا کسی کا مذاق اڑانا اور اس کی تذلیل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی مذموم عمل ہے اس لئے اس عمل کو حرام قرار دیا۔ کسی کا مذاق اڑانا دو وجہ سے ہوتا ہے۔ (ا) انسان جب اپنے آپ کو اعلیٰ درجے کا اور دوسروں سے اپنے آپکو افضل سمجھے تو اس وجہ سے دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھ کر اس کی تذلیل کرتا ہے جس کے اظہار کے لئے اس کا مذاق اڑاتا ہے' حالانکہ اپنے آپ کو بڑا اور افضل سمجھنا بذات خود بڑا سخت گناہ ہے۔ جس کو تکبر کہا جاتا ہے' اور تکبر کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (سورۃ النحل:۲۳) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ آدمؑ کے مقابلہ میں ابلیس نے اپنے بڑا سمجھا تو ابدالآباد کے لئے مردود' لعین اور مرجوم جیسے برے القاب کا مستحق ہوا۔ مسلمان بچے کے منہ پر بھی باوجود ناسمجھی کے اس کا نام آئے وہ اپنے عمر کے مناسبت سے جتنا چاہے نفرت کا اظہار کرتا ہے' حتیٰ کہ اگر کسی مسلمان کی بدترین بے عزتی کی جائے' برداشت کرے گا اور اگر شیطان کے نام سے پکارا جائے شدت نفرت کی وجہ سے مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے گا' چنانچہ اس بدبخت نے حکم الٰہی کو تکبر جو اس کی سرشت میں موجود تھی کہ وجہ سے ماننے سے انکار کیا' دوسرے طرف حضرت آدم علیہ السلام نے ہر لحظہ اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو مسجود ملائکہ و جنات ٹھہر کر ابوالبشر کے لقب سے نوازے گئے۔ شیطان اپنے اللہ کی نافرمانی پر اس کے جواب میں شیطانی' لایعنی دلائل گڑنے لگا اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم عتاب سنتے ہی جنت سے باہر آگئے تو ندامت اور گریہ وزاری میں مصروف تھے' اپنی خطاء پر "ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین"
کا ورد شروع کرکے اس سے انکی توبہ اللہ نے قبول فرمائی۔ شیطان نے تکبر کی وجہ سے نافرمانی کی تو ذلیل وخوار ہو کر اللہ کے دربار سے راندھے ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام جس نے غرور تکبر سے اعراض کیا تو خلافت ارضی کے خلعت فاخرہ سے نوازے گئے' تکبر ایسی بدترین بیماری ہے کہ قرآن کریم بار بار اس سے بچنے پر زور دیتا ہے مثلاً

متکبرین کا انجام: ارشاد ربانی ہے کہ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (لقمان:۱۸) "اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے"
تکبر کرنے والے لوگ قیامت کے دن میدان محشر میں انتہائی ذلت اور خواری میں مبتلا ہو کر لوگوں کے پاؤں کے نیچے ایسے روندے جائیں گے جیسے چیونٹیوں کو پاؤں کے نیچے پامال کیا جاتا ہے۔ اپنے اس ارشاد گرامی میں آنحضرت ﷺ نے تکبر کرنے والوں کا انجام ذکر فرمایا۔

وعن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن رسول الله ﷺ قال یحشر المتکبرون امثال الذر یوم القیامة فی صور الرجال یغشاهم الذل من کل مکان یساقون الیٰ سجن فی جهنم۔ یسمی بولس تعلوهم نار

الانیار یسقون من عصارة اهل النار طینة الخبال (رواہ الترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح ایک جگہ جمع کیا جائے گا (یعنی شکل مردوں کی طرح اور جسم چیونٹیوں کی مانند)اور ہر طرف سے ذلت وخواری (ان کو) گھیرے گی پھر ان کو جہنم کے ایک جیل خانہ کی طرف جس کا نام "بولس" ہوگا ہانکا جائے گا وہاں آگوں کی آگ ان پر چھا جائے گی اور دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون اور پیپ وغیرہ پلایا جائے گا جس نام طینۃ الخبال ہو گا۔اسی طرح ایک دوسری جگہ حضور اکرم ﷺ نے رب کائنات کا یہ ارشاد ذکر فرمایا کہ الکبریاء ردائی فمن ینازعنی فیه عذبته (رواہ مسلم) ترجمہ بڑائی تو میری چادر ہے (اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو برائی زیب نہیں دیتی) اور جو شخص میری اس چادر میں مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اسکی گردن توڑ دونگا۔

دنیا، عارضی وفانی: محترم حضرات! مذاق اڑانے کا دوسرا سبب دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔اول تو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی جو حقیقت ہے وہ کچھ معنی نہیں رکھتی کیونکہ تم جس چیز پر فخر کرتے ہو اور اسکی وجہ سے دوسرے کی حقارت کرتے ہو وہ تمام چیزیں فانی اور عارضی ہیں تم ان تمام چیزوں کے انجام سے بے خبر ہو اگر مال و دولت پر اتراتے ہو تو وہ بھی عارضی ہے اگر طاقت، دولت اور اقتدار پر اپنے کو اوروں پر برتر سمجھتے ہیں یہ امور بھی وقتی، فانی اور عارضی ہیں خلاصہ یہ کہ دنیوی اشیاء میں کوئی چیز دائمی وفا نہیں کرتی۔سب کی سب عارضی ہیں

ذالنون مصریؒ کا واقعہ: حضرت ذالنون مصریؒ ایک مرتبہ ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ کسی بدخصلت انسان نے حضرت کو برا بھلا کہا یہاں تک کہا کہ تم تو کتے سے بھی بدتر انسان ہو حضرت ذالنون مصریؒ نے کوئی جواب نہ دیا۔ایک مرید نے عرض کیا حضرت یہ شخص تو آپ کی شان میں اتنا ہی زیادہ بک رہا ہے کہ آپ کو کتے سے بھی بدتر کہہ دیا اور آپ نے اس کی بات کی طرف التفات ہی نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا کہ میں اسکا کیا جواب دوں اس لئے کہ مجھ کو یہ پتہ خود بھی نہیں کہ واقعتاً کتے سے بدتر ہوں یا بہتر؟ یہ پتہ تو اس وقت چلے گا جب میں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچوں گا تو اس وقت اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا تو پھر کتے سے بہتر ہونگا اور اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش نہ ہوئی تو پھر یہ کتا مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس کے ساتھ حساب و کتاب نہیں ہوگا اور اسکو سزا نہیں ہوگی جبکہ میرے ساتھ حساب و کتاب بھی ہوگا اور مجھے سزا بھی ہوگی۔اور جہنم کا عذاب ملے گا۔

نفرت برائی سے: اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ کسی شخص کو برائی یا گناہ کی وجہ سے حقیر مت سمجھو بلکہ

اس گناہ اور برائی کو حقیر سمجھو جو اسکے اندر موجود ہے اجلہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی تشریف آوری اور اسلام کی آمد سے پہلے جاہلیت کے دور میں برائیوں سے دوچار تھے مگر جب اسلام لانے کے بعد ان کے وہی اجسام واجساد منارۃ نور وہدایت بن گئے اور ان کا اسم گرامی بغیر ذکر کرنا بھی ایک مسلمان کیلئے سوہان روح سمجھا جاتا ہے۔ الغرض گناہ گار کے گناہ کو حقیر جانو، نہ کہ گناہ گار کی ذات کو۔ اس کا جو عمل مجھے اور تمہیں نظر آرہا ہے وہ تو گناہ ہے۔ مگر تمہیں ان کے اندرونی حالات کا کیا پتہ۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی عمل ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو اور وہ عمل اسکے تمام گناہوں کو کفارہ بن جائے۔ اسی سبب سے گناہ گار کی تحقیر کی بھی گنجائش نہیں۔ جب حقیر جاننے کی اجازت نہیں تو پھر مذاق اڑانے کی گنجائش بھی نہیں اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا "لا یسخر قوم من قوم" یعنی کوئی آدمی دوسرے کا مذاق نہ اڑائے۔

مذاق مگر کسی حد تک: محترم ساتھیو! یہاں ایک بات گوش گزار کریں اور اسکی وضاحت ضروری ہے کہ مذاق سے وہ مذاق مراد ہے جس میں دوسرے کی توہین، بے عزتی اور ہتک مقصود ہو یہ دوسرے کی دل شکنی، دل آزاری ہے جس سے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا مذاق کرنا حرام ہے اور ایسا مذاق جو دوست احباب آپس میں دل لگی اور بے تکلفی کے طور پر کریں وہ مذاق جائز ہے جس مذاق میں جھوٹ اور کسی کی دل آزاری نہ ہو ایسی مذاق آنحضرت ﷺ بھی صحابہؓ سے فرمایا کرتے تھے۔

خوش طبعی اور سیرت طیبہ: حضرت ابو ہریرہ کا سوال اور حضور کا جواب: وعن ابی ھریرۃ قال قالوا یارسول اللہ انك تدعبنا قال انی لااقول الاحقا (رواہ الترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعیت (مذاق) فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن اس خوش طبعی میں بھی حق بات ہوتی ہے۔''

یعنی میری طبیعت ایک عام آدمی کی طرح نہیں ہوتی ہے جس سے غرض دوسرے فرد کی تذلیل وتحقیر ہو حضور کی خوش طبعی اور مذاق کا انداز کچھ اور قسم کا تھا۔

اونٹنی کا بچہ: وعن انسؓ ان رجلاً استعمل رسول اللہ ﷺ فقال انی حاملك علی ولد ناقۃ فقال ماأصنع بولد الناقۃ فقال رسول اللہ ﷺ وھل تلد الابل الا النوق (رواہ الترمذی وابوداؤد)

''حضرت انس روایت کررہے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے رسول ﷺ سے سواری کا ایک جانور مانگا تو آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے سواری کیلئے اونٹنی کا بچہ دونگا اس شخص نے حیرت کے ساتھ کہا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا رسول ﷺ نے فرمایا ''اونٹ کو اونٹنی ہی جنتی ہے''

بات بالکل حقیقت کے مطابق ہے ہر انسان جس عمر کا ہو کسی کا تو بچہ ہوگا اسپر بچے کا اطلاق موت تک

ہو گا یہی کیفیت حیوانات کی بھی ہے۔ایک عمر رسیدہ اونٹ کو آپ بچہ کہہ سکتے ہیں" خواہ مخواہ کسی اونٹنی کا بچہ ہو گا رحمت دو عالم ﷺ نے انسان کو تکلیف پہنچانے والے مذاق جو غیر مہذب ہو اس سے منع فرمایا ہے۔

ایذائے مسلم سے ممانعت: ارشاد فرمایا:

عن ابن عباس عن النبیؐ قال لاتمار اخاك ولا تمازحه ولا تعده موعداً فتخلفه (رواہ الترمذی)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑا نہ کرو نہ اس سے ایسا مذاق کرو جس سے اسکو اذیت پہنچے اور نہ ایسا وعدہ کرو جسکو پورا نہ کر سکو۔"

آج کا معاشرہ اور مذاق:

اب آیئے دیکھیں آج کے معاشرہ میں ایک دوسرے کیساتھ مذاق کی کیا کیفیت ہے اور کلام پاک ہمیں کیا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے تو بدتمیزی اور اخلاق سے عاری مذاق سے منع فرمایا مگر ہمارا معاشرہ مذاق میں اخلاق اور شرافت کے تمام حدود پھلانگ کر دوسروں کو ہر قسم پر ذلیل کرنا مذاق کا شعبہ سمجھا جاتا ہے مذاق کے نام پر عزت دار اور باوقار شخص کی عزت کو تار تار کر کے" عذر گناہ بدتر از گناہ" کے طور پر کیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔اس بدترین گناہ پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

خواتین اسلام اور تضحیک و مذاق:

محترم دوستو! یہ بات یاد رکھیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے خصوصیت کے ساتھ عورتوں کا ذکر فرما رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم کے مخاطبین جس طرح مومن مرد ہیں اسی طرح مومن عورتیں بھی داخل ہیں مگر یہ بیماری مردوں کے نسبت عورتوں میں زیادہ اور انتہائی مہلک ہے اسلئے تاکید کیلئے عورتوں الگ ذکر فرمایا۔علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں عورتوں کو الگ ذکر فرما کر رب العزت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مردوں کی محفل الگ اور عورتوں کی محفل الگ ہوگی مرد اور عورتوں کا اختلاط خلاف شریعت ہے جیسے کہ آج کل کسی مسلمان مرد و عورت کا فرق ختم کر کے شادی ہو یا غمی، تعلیمی ادارے ہوں یا جلسے وجلوس، کالج ہو یا دفتر دیگر ادارے ان دونوں صنفوں کے افتراق اور الگ الگ رہنے کو آزادی نسواں کے خلاف اور بے حیائی اور آوارگی پھیلانے کیلئے اسکی مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

رب ذوالجلال اس بے حیائی سے تمام امت کو بچا کر قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں وقت کی کمی کیوجہ سے آیت کریمہ کے ممنوعہ امور میں سے ایک یعنی مذاق کا ذکر ہوا انشاء اللہ اور آئندہ مجلس میں ایک دوسرے کو طعنے دینے اور کسی شخص کو برے نام سے پکارنے کے موضوع پر عرض کرنے کی کوشش کرونگا۔

■ ■ ■

ڈاکٹر خالد عثمان حقانی *

مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ محمد اقبال کا باہمی تعلق

(ایک غلط فہمی کا ازالہ)

تمہید:

ایک اچھے انسان کی حیثیت سے ہر ایک آدمی کو اختلافِ رائے کا حق حاصل ہے لیکن اگر وہ اختلاف ِرائے ایک غلط فہمی پر مبنی ہو اور فریقین کا آپس میں اختلاف اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا ہو تو پھر اس اختلاف کو ہوا دینا یہ ایک اچھے مسلمان کی صفت نہیں ہو سکتی۔ بعینہٖ یہی معاملہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے درمیان ہوا اب اگر ایک تیسرا آدمی علمائے حق کے خلاف اپنے دل کا بھڑاس نکالنے اور اپنی آخرت خراب کرنے کے لئے اسی بات کو آڑ بنا کر تلبیس سے کام لیتا ہے یہ بہت بُری بات ہے۔ آج دنیا میں نہ علامہ اقبال ہے اور نہ مولانا حسین احمد مدنی، وہ پرانی بساط تمام تر لپٹ چکی ہے، اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے لیکن ان اکابر کی موت کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اگر کوئی آدمی ایک کی آڑ میں دوسرے کو برا بھلا کہتا ہے بہر حال وہ اچھے اخلاق سے متصف نہیں ہو سکتا۔

پھر ہمیں تو سید الکونین ﷺ کی یہ تعلیم و تلقین بھی ہے کہ **اُذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم** (۱) (یعنی اپنے مُردوں کی نیکیاں ذکر کرو اور ان کے بُرے کاموں سے اپنی زبان بند رکھو) یہ بھی ضروری نہیں کہ بزرگوں کو معبود بنالیں اور انہیں تنقید سے بالاتر سمجھیں لیکن مذکورہ حدیث کا اصول بالعموم یہ ہوگا کہ عام طور پر ان کا ذکر خیر اور بھلائی سے کرو، ان کی بُرائی کو بیان کرنے سے رُک جاؤ، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ ان کو اپنے اچھے اعمال اور اقوال کی جزا مل رہی ہے اور اسی طرح ان کے بُرے اعمال اور اقوال کی ان کو سزا مل رہی ہے بس ان کے لئے یہی کافی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ **فانّھم قد افضوا الیٰ ما قدموا** (۲) ''یعنی انھوں نے جو عمل کیا تھا اس حد تک وہ پہنچ چکے ہیں''۔ اب تم خواہ مخواہ ان کے بارے میں زبان طعن دراز کرو تو اس کا کیا حاصل؟ **تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ**

---

* حالاً ٹی وی ایف ملٹری کالج آف انجینئرنگ رسالپور

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (۳)[یعنی وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، سو ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔]

مختصر تعارف:۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی شخصیت سیاسی، علمی اور مذہبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، نام سنتے ہی پسِ منظر میں یہ ساری چیزیں آجاتی ہیں، کہ ایک ایسا مشہور و معروف عالم دین، شیخ الہندؒ کے جانشین، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، صداقتِ اسلام کی دلیل، لاکھوں سرفروشوں کے سیاسی رہنما جس نے ساری عمر دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کیا، جس نے ساری عمر کلمۂ حق کہا، جس نے گالیوں کا جواب دعاؤں سے دیا، جس کی عظمت پر آج بھی مالٹا گواہی دے رہا ہے اور کتنے شہروں کی جیلیں آج بھی اس کی آہِ سحر گاہی اور قرآن الفجر کی برکات سے مالا مال ہیں، جس نے ایک دو نہیں پورے چودہ سال تک حرم نبوی میں حدیثِ نبوی کا درس دیا۔ (۴)

حضرت مدنیؒ کے سیاسی نظریات کے ساتھ بہت سے لوگوں نے ان کی زندگی میں بھی اختلاف کیا اور ان کے وصال کے بعد بھی ان پر تنقید کا سلسلہ جاری رہا مگر جہاں تک ان کی شخصی عزت و احترام، علمی فضل و کمال اور اخلاص و حسن نیت کا تعلق ہے ان کے سخت ترین سیاسی مخالفین نے بھی ان کا اعتراف کیا۔

اور اسی طرح علامہ محمد اقبالؒ کی شخصیت بھی ایک مفکرِ اسلام، مسلمانوں کو شکست خوردہ ذہنیت سے نجات دلانے والا، ملتِ اسلامیہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والا اور فکری حیات نو بخشنے والا، اسلام کی نشاۃ جدیدہ کا نقیب، اپنی نظم و نثر سے احیائے اسلام کا داعی، کمالاتِ علمیہ و عملیہ کے درخشندہ آفتاب کی حیثیت سے مسلّم ہے۔ اقبال ہی وہ شخص ہے جس نے لٹے ہوئے کارواں، ایک برہم شدہ انجمن، ایک زوال آمدہ ملت اور ایک منتشر جماعت کو جھنجوڑا، جگایا، سنبھالا اور پھر اسلام کے ابدی اصولوں کے رشتے میں پرو کر بلند مقاصد اور اعلیٰ نصب العین کے حصول کیلئے جد و جہد کرنے پر اُکسایا۔ ربّ ذوالجلال نے ان کو جن صلاحیتوں سے نوازا تھا، اس نے خدمتِ اسلام، دعوتِ دین اور استحکامِ ملت کے لئے استعمال کیا۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ اقبال ایک حکیم، فلسفی اور شاعر کی حیثیت سے دعوتِ دین کے منفرد شخص ہیں۔

علّامہ محمد اقبال دورِ حاضر کے نام نہاد دانشوروں کے برعکس علماء کا بے حد احترام کرتے تھے۔ علّامہ کے نزدیک علماء ہمیشہ اسلام کے لئے ایک قوت اور عظیم سرچشمہ رہے ہیں۔ ایک بار سید نذیر نیازی کی اس بات پر کہ آپ نے اسلام کی عقلی تعبیر میں نفسِ انسانی یا کسی اور مابعد الطبیعی مسئلہ حیات بعد الموت یا زمان و مکان کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے علمائے اسلام بظاہر ان سے بیگانہ نظر آتے ہیں، علامہ نے کہا:

"یہ کہنا کہ علمائے اسلام ان حقائق سے بے خبر تھے، صحیح نہیں۔ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ ان کی نظر ہر

بات پر تھی۔ وہ تہذیب و تمدّن اور اجتماع وعمران کے مسائل سے غافل تھے نہ علم وحکمت اور مابعد الطبیعی افکار سے، جس میں قرآن مجید نے ان کی رہنمائی کی۔ یہ انھیں کا تو کہنا تھا کہ قرآن مجید خلاصۂ کائنات ہے"۔(۵)

باہمی تعلق:

کہیں اگر ڈاکٹر محمد اقبال علماء پر تنقید کرتا ہوا نظر آتا ہے تو وہ اس سے دنیا پرست اور نام ونہاد مولوی پر تنکیر کرتا ہے نہ کہ تحقیر۔ اور علمائے دیوبند کو انھوں نے پہلے سے مستثنیٰ کیا ہے جیسا کہ فرمایا:

علاّمہ مرحوم دارالعلوم دیوبند اور اس کے کردار سے متاثر تھے انھوں نے ایک بار کہا "دیوبند ایک ضرورت تھی اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل، وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے"۔(٦)

ایک موقع پر فرمایا:

"ہم مذہب کو تمام چیزوں سے بالاتر سمجھتے ہیں اور علمائے کرام کو اپنا حَکَم سمجھتے ہیں۔ جمعیت علمائے ہند جو کچھ فیصلہ کرے گی وہی ہماری رائے ہے ہم اسلام پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں"۔(۷)

مولانا قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار کسی نے علاّمہ سے پوچھا کہ یہ دیوبندی کیا کوئی فرقہ ہے؟ کہا: "نہیں ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے"۔(۸)

اور دوسری طرف حضرت مدنیؒ کی نظر میں علامہ محمد اقبالؒ کا یہ مقام ہے، چنانچہ فرمایا:

"یہ امر یقینی اور ناقابلِ انکار ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی اور ان کے کمالات بھی غیر معمولی تھے۔ وہ آسمانِ حکمت، فلسفہ، شعر وسخن تحریر وتقریر، دل و دماغ اور دیگر کمالاتِ علمیہ وعملیہ کے درخشندہ آفتاب تھے"۔(۹)

مسلم لیگ اور جمعیۃ علمائے ہند کا اختلاف کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن ان کے باہمی تعلق اور عقیدت کیلئے ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ مسلم لیگ کے ابتدائی ممبر ہی نہ تھے بلکہ قائداعظم کے بہت بڑے مداح بھی تھے۔ جب علامہ مرحوم ریاست بھوپال کے قاضی القضاۃ تھے تو آپ نے مولانا ظفیر دین (مفتی دارالعلوم دیوبند) سے ایک دینی معاملہ میں رہنمائی طلب کی تو انھوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

"حضرت مولانا مدنی دامت فیوضھم کے مقابلہ میں میرا نام لینا صرف آپ کی چشم محبت کا کرشمہ ہے ورنہ میں تو ان کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل نہیں۔ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک، میرے پاس حضرت تھانویؒ کی نسبت کے سوا کچھ نہیں"۔(۱۰)

قیامِ پاکستان کے بعد اکابرین دیوبند کے جذبات:

بعض لوگ حضرت مدنیؒ کے پاکستان بننے سے پہلے ان کے کچھ ملفوظات نقل کرکے کیچڑ اُچھالتے ہیں

کیوں کہ ان کو تصویر کا دوسرا رُخ نظر نہیں آتا، جب کہ آپ نے پاکستان بننے کے بعد ارشاد فرمایا تھا:

''کسی نے ایک مجلس میں پوچھا کہ حضرت! پاکستان کے لئے اب آپ کا کیا خیال ہے تو حسب معمول سنجیدگی و بشاشت سے فرمایا کہ'': مسجد جب تک نہ بنے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اب وہ بن گئی تو مسجد ہے''۔(۱۱) یعنی پھر اختلاف نہیں کیا جا سکتا اور اس کی ایک ایک اینٹ کی حفاظت ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہوتا ہے۔

یعنی پاکستان کے قیام سے قبل ہمارا اس سے اختلاف تھا لیکن چوں کہ پاکستان اب معرضِ وجود میں آ گیا ہے لہٰذا اس کی حفاظت اور اس کی ترقی و استحکام کے لئے کوشش کرنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے۔(۱۲) اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم قیامِ پاکستان کے حق میں نہ تھے لیکن جب ان کی خواہش کے علی الرغم پاکستان قائم ہو گیا تو انھوں نے فرمایا: ''پاکستان ایک تجربہ ہے اسے اب کامیاب ہونا چاہئے''۔

غلط فہمی: یہ قصہ جو غلط فہمی کا پیش خیمہ بنا، یا بنایا گیا، اصل مقصد ان کا یہ تھا کہ اغیار کو خوش کرنے کے لئے حضرت مدنیؒ کی کردار کشی بہانا تھا، آیئے اس کو حقیقی رنگ میں دیکھتے ہیں:

۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے صدر بازار دہلی متصل پل بنگش کے ایک جلسے میں تقریر فرمائی جس کا بڑا حصہ ۹ جنوری کے روزنامہ ''تیج'' اور ہفت روزہ ''انصاری'' دہلی میں شائع ہوا، چند روز کے بعد ہفت روزہ ''الامان'' اور ''وحدت'' دہلی نے ساری تقریر کو قطع و برید کے ساتھ اپنے صفحات میں جگہ دی۔ ان پرچوں سے روزنامہ ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' لاہور نے اس تقریر کو نقل کیا اور یہ جملے حضرتِ اقدس کی طرف منسوب کر دیئے کہ حسین احمد دیوبندی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ ''چوں کہ اس زمانے میں قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں''۔

جلسے کی روئداد ہفت روزہ ''الامان'' کے مدیرِ اعلیٰ مولانا مظہر الدین نے علامہ اقبال کو سنائی۔ جب یہ اطلاع علامہ اقبال کے کان میں پڑی تو انھوں نے حضرتِ اقدس سے استفسار یا تحقیق کئے بغیر تین اشعار سپردِ قلم کر دیئے۔(۱۳) جو آگے آ رہے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی تحریک آزادی کے دھارے میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ کوشش مکمل نیک نیتی پر مبنی تھی، اس میں ایک حد تک انہیں کامیابی بھی ہوئی تھی۔ کیوں کہ حضرت مدنیؒ نے یہ فرمایا تھا کہ ''ہندو ہو یا مسلمان، دوسرے ملکوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا، ہندوستانی قوم کو ذلیل سمجھا جاتا ہے کہ وہ انگریز کی غلام ہے، آج کل قومیں وطن کی بنیاد پر بنتی ہیں''۔ مولانا مدنیؒ کا بیان ایسا ہی تھا جیسے آج پاکستانی قوم کو متحد رکھنے کے لئے کوئی رہنما یوں کہے ''پاکستانی باشندے مسلمان ہو یا عیسائی، دوسرے ملکوں میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا، سب انہیں پاکستانی ہی کی حیثیت سے جانتے ہیں، اس لئے کہ قوموں کو وطن کی بنیاد پر

پہچانا جاتا ہے"۔اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا مگر سننے والوں نے مولانا حسین احمدؒ کی بات کو غلط رنگ دیا۔اس غلط فہمی کی بنا پر علامہ نے حضرت مدنی کے خلاف یہ اشعار پڑھے:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ،ورنہ ☆ زدیوبند حُسین احمد ایں چہ بو العجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملّت از وطن است ☆ چہ بے خبرز مقام محمد ﷺ عربی است
بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر بہ او نرسیدی ،تمام بولہبی است(۱۴)

ازالہ: مندرجہ بالا اشعار چھپتے ہی پورے ہندوستان میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خلاف کردار کشی کی ایک مہم شروع ہوگئی۔اگرچہ اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے علامہ اقبال کے ان اشعار کا جواب اقبال احمد سہیل نے پوری ایک نظم لکھ کر دیا،(یہاں وہ اشعار مضمون کو مختصر کرنے کی بنا پر نقل نہیں کیے گئے)وہ نظم "سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ" کے ص۳۲۱،۳۲۲ پر موجود ہے۔ (۱۵)

اسی طرح ہندوستان کے نامور ادیب اور دانشور علامہ طالوت ،حضرت مدنی سے والہانہ عقیدت رکھنے کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال سے بھی قریبی مراسم رکھتے تھے۔اس صورتِ حال سے وہ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے حضرت مدنیؒ کو خط لکھ کر ان پر لگائے جانے والے الزامات کا جواب چاہا،حضرت مدنی نے علامہ طالوت(۱۶) کو جواب دیتے ہوئے ان الزامات کی مکمل تردید کی اور دوٹوک دلائل کے ساتھ اپنے موقف کی وضاحت کی ،بعض اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

محترم المقام زید مجدکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،مزاج مبارک

آپ کے والا نامہ نے مجبور کیا کہ حقیقت واضح کی جائے ......میں نے بعض ضروری مضامین کے ملکی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو میں نے کہا" موجود زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں ۔دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک شمار کیے جاتے ہیں ۔حالاں کہ ان میں یہودی بھی ہیں ،نصرانی بھی ہیں، پروٹسٹنٹ بھی ،کیتھولک بھی۔یہی حال امریکا ،جاپان اور فرانس وغیرہ کا ہے......جو لوگ جلسہ کو درہم برہم کرنے آئے تھے ،انھوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔میں اس وقت یہ نہ سمجھ سکا کہ شور کی وجہ کیا ہے جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور دو چند آدمی جو کہ شور وغوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے اور "چپ رہو" کے الفاظ سنائی دیے۔اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے، مذہب سے نہیں ہوتی ،اور اس پر شور وغوغا ہوا،اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب وشتم چھاپا گیا۔کلام کی ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے ......میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب وملّت کا دارو مدار وطنیت پر ہے، یہ افترا اور دجل ہے......جن

لوگوں نے تقریر کو من وعن نقل نہیں کیا، اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں اس قسم کی تحریفیں اور سب وشتم ان کے فرائضِ منصبیہ میں سے ہی ہیں، مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا، اُن کی صف میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے، ان سے میری خط و کتابت نہیں۔ مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا اُن کی عالی بارگاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ملخص (۱۷)

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مدنی نے عوامی جلسے میں تقریر کی تھی نہ کہ فتویٰ دیا تھا، اہلِ علم حضرات اچھی طرح جانتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ فتویٰ اور تقریر میں اعتبارات کا بڑا فرق ہوتا ہے۔ غور کرنے کے بعد یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ حضرت مدنیؒ نے تقریر میں لفظ قومیت کا کہا ہے ملت کا نہیں کہا ہے۔ دونوں لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ملت کے معنی شریعت اور دین کے ہے اور قوم کا معنی مردوں اور عورتوں کی جماعت کے ہے جیسا کہ لغت کی مشہور کتاب قاموس المحیط میں لکھا ہے:

مِلّة بالکسر شریعة الدّین والقوم الجماعة من الرّجال و النّساء معًا (۱۸)

علامہ طالوت کا خط جب علامہ اقبال کو ملا اور ان کو صحیح صورتِ حال کا پتا چلا، پھر انھوں نے حقیقتِ حال واضح ہونے کے بعد ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ ''احسان'' لاہور سے یہ بیان شائع فرمایا:

''مولانا مدنی اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا، میں مولانا کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں''۔ (۱۹)

اور اس رجوع کے ۲۳ دن بعد ۲۱ راپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال مرحوم کا انتقال ہوا۔ ان کے آخری کلام کا مجموعہ بنام ''ارمغانِ حجاز'' ان کی وفات کے بعد نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تو ان اشعار کو بھی اس مجموعہ کے آخر میں درج کر دیا گیا۔ (۲۰) ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' نامی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے ان اشعار کو شائع کرنے کی ممانعت فرمادی تھی۔ مگر ان کی وفات کے بعد چودھری محمد حسین (جن کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ لاہوری مرزائی تھا واللہ اعلم) کی زیرِ نگرانی ''ارمغانِ حجاز'' طبع ہوئی تو اس میں یہ اشعار بھی طبع کر دیئے گئے تھے۔ (۲۱) اگر علامہ اقبال زندہ ہوتے اور ''ارمغانِ حجاز'' ان کی ترتیب و تدوین سے شائع ہوتی تو یہ اشعار کبھی بھی اس میں نہ ہوتے۔ علامہ اقبال شخصیات کی مدح وقدح سے بالا و بلند تھے اور عمر کے آخری دور میں یہ چیزیں ان کے تصور ہی سے عنقا ہو چکی تھیں۔ انھوں نے اس طرز کے تمام اشعار اپنے کلام سے ہمیشہ کے لئے خارج کر دیئے تھے۔

اگر مرتبین اتنے ہی دیانتدار تھے تو علامہ کے کچھ اور بھی اشعار کسی مجموعہ میں شامل کر لیتے، مثلاً علامہ محمد

اقبال نے علی برادران کی رہائی پر جو اشعار لکھے وہ مسلم لیگ کے اجلاسِ عام منعقدہ امرتسر میں پڑھ کر سنائے لیکن ''بانگِ درا'' میں، جب کہ ان کا ابتدائی دور تھا، شائع کیے تو علی برادران کا ذکر نہ کیا۔ اسی طرح مہاتما گاندھی کی تعریف میں چھ اشعار لکھے جس میں انھیں مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا سے مخاطب کیا وہ اشعار ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء کے روزنامہ ''زمیندار'' میں چھپ چکے ہیں۔

علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری ایام میں قائداعظم کے ساتھ تھے لیکن ۹ نومبر ۱۹۲۱ء کے روزنامہ ''زمیندار'' میں محمد علی جناح سے بھی پانچ شعروں میں چٹکی لی۔ وہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر ☆ اترے مسیح بن کے محمد علی جناح

نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا ہمیں ☆ اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح

دل سے خیالِ دشت و بیاباں نکال دے ☆ مجنوں کے واسطے ہے یہی جادۂ فلاح

آغا امام اور محمد علی ہے باب ☆ اس دین میں ہے ترکِ سوادِ حرم مباح

بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ است ☆ یعنی حجابِ غیبتِ کبریٰ دریدہ است (۲۲)

اسی طرح پہلی جنگِ عظیم میں علامہ نے دہلی کی وار کانفرس میں نو بند کی ایک مسدس لکھ کر سنائی جس میں شہنشاہ انگلستان سے متعلق دو بند قصیدے بھی شامل ہیں۔ (۲۳) اسی طرح علامہ مرحوم کے کئی اشعار ایسے ہیں جو صرف ان کی زندگی ہی میں کہے گئے بلکہ اخبارات اور رسائل میں بھی شائع ہوئے مگر وہ اس طرح محو کر دیے گئے کہ آج عام لوگوں کو ان کا علم ہی نہیں جیسا کہ رام چندر کی تعریف میں آپ نے چھ اشعار کی ایک نظم کہی جس کا ایک شعر یہ بھی ہے: ؎ ہے رام کے وجود پر ہندوستاں کو ناز اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

جس پر مسجد وزیر خان کے خطیب مولانا ابو محمد سید دلدار علی شاہ نے کفر کا فتویٰ صادر کر دیا تھا۔ (۲۴)

اسی طرح علامہ اقبال نے حافظ شیرازی کی کتاب ''لسان الغیب'' (جن کو تصوّف اور احسان میں ایک عظیم مقام حاصل ہے) پر ۳۵ اشعار میں سخت تنقید کی تھی جو ان کی پہلی تصنیف ''مثنوی اسرارِ خودی'' مطبوعہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی مگر انہوں نے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے دباؤ سے مرعوب ہو کر اسے ہمیشہ کے لئے اس کتاب سے خارج کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جذباتی ہونے کے باوجود ضدی نہ تھے۔ جوں ہی انھوں نے کسی کلام کو بھی کسی لحاظ سے غیر موزوں اور نامناسب سمجھا تو اس سے رجوع کرنے یا اپنے کلام سے خارج کرنے کو عار نہیں سمجھا اور یہ بہت بڑا اخلاقی پہلو ہے۔ (۲۵)

جب یہ تمام نظمیں شاعرانہ محاسن کے باوجود علامہ نے اپنے کسی مجموعہ میں شامل نہیں کیں تو مولانا حسین احمد مدنی سے متعلق تین اشعار کا ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل کیے جانا فی الواقع سیاسی مذاق اور ذہنی حادثہ ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علامہ اقبال ،حضرت مدنی سے سیاسی اختلاف کے باوجود ان کی ملی خدمات اور دینی حمیت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ قدردان بھی تھے ۔ علامہ اقبال چوں کہ ان درویشوں کی حقیقت اور حقانیت کو جانتے تھے اس لئے تو حکمرانوں کو مخاطب کر کے ۱۹۲۲ء میں ایک پیغام جاری فرمایا:

’’ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو ان ہی مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ مُلاّ اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستانی مسلمان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء باب الاجوش کے نشانات کے سوا اسلام کے پیرو اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کا تاج محل اور دہلی کے لال قلعے کے سوا سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا‘‘۔(۲۶)

اور اسی تناظر میں ضرب کلیم کے ان اشعار کو بعنوانِ ’’ابلیس کا پیغام اپنے سیاسی فرزندوں کے نام‘‘ دیکھا جائے فرمایا:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ☆ رُوحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو!

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات ☆ اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو !

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج ☆ مُلاّ کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!

اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو ☆ آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو!(۲۷)

مولانا مدنی کی اس تقریر کے حوالے سے جن لوگوں نے مولانا کی شان میں گستاخی کی ان میں سے ایک آدمی (پروفیسر یوسف سلیم چشتی) کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، لکھتا ہے:

اس تحریر سے دو مقاصد میرے پیشِ نظر ہیں پہلا مقصد تو یہ ہے کہ گذشتہ زندگی ۱۹۳۷ تا ۱۹۵۴ء میں مجھ سے جس قدر گستاخیاں حضرت اقدس مجاہد اعظم، شیخ الاسلام، ایۃ من ایٰت اللہ الصمد، سیدی و شیخی و سندی الحاج الحافظ المولوی السید حسین احمد مدنی قدس سرّہ العزیز کی شان رفیع البنان میں سرزد ہوئی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے غیر مشروط انداز میں اظہارِ ندامت اور اعترافِ تقصیر اور اقرارِ جرم کروں اور بارگاہِ ایزدی میں صدق دل سے استغفار کروں۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ ایک اہم تاریخی واقعہ کی وضاحت کردوں اور حقائق کو ان کی اصل شکل میں پیش کردوں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جنوری ۱۹۳۸ء میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے محض اخباری اطلاع کی بنا پر تین اشعار سپردِ قلم کئے تھے جن کی وجہ سے علمی اور دینی حلقوں میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ جناب طالوت نے ڈاکٹر صاحب کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول و منعطف کرائی کہ حضرت اقدسؒ نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو یہ مشورہ

نہیں دیا تھا کہ وطن کو اساسِ ملت بنالو، اس لئے دیانت وعدالت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اعلان کردیں کہ اب مجھے حضرت مولانا حسین احمد صاحب پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کا یہ اعلان روزنامہ ''احسان'' لاہور میں ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا تھا لیکن قوم کی بدقسمتی سے ۲۱ اپریل کو ڈاکٹر صاحب کا انتقال ہوگیا جب کہ ان کا آخری مجموعہ کلام موسوم ''ارمغانِ حجاز'' نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ اگر یہ مجموعہ ان کی زندگی میں شائع ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان تین اشعار کو حذف کردیتے یا حاشیے میں اس حقیقتِ حال کو واضح کردیتے کہ میں نے یہ اشعار غلط اخباری اطلاع کی بنا پر لکھے تھے۔ بعدازاں حضرت مولانا نے اخباری رپورٹ کی تردید کردی اس لئے ان اشعار کو کالعدم یا مسترد سمجھنا چاہئے لیکن افسوس کہ یہ مجموعہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ اس لئے نہ ان شعار کو حذف کیا گیا اور نہ حاشیے میں حقیقتِ حال کو واضح کیا گیا۔

نتیجہ اس غفلت اور کوتاہی کا یہ نکلا کہ گذشتہ تیس سال سے مسلمانانِ عالم بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان بالخصوص ان اشعار کی بنا پر حضرتِ اقدسؒ سے بدگمان ہوتے چلے آرہے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی غلطی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کی اصلاح خیال کا فریضہ بھی انجام دے دوں تاکہ وہ سوءِ ظن کے گناہ سے محفوظ ہوجائیں۔ میں ان اشعار کو تو خارج نہیں کرسکتا، مگر مسلمانوں کو یہ تو بتا سکتا ہوں کہ حضرتِ اقدسؒ نے اپنی تقریر میں نہ تو یہ فرمایا تھا کہ ملت کی بنیاد وطن ہے اور نہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وطن کو اپنی ملّت کی بنیاد بنالو۔ یہ اشعار بلاتحقیقِ حال سپردِ قلم ہوگئے تھے چناں چہ جب ڈاکٹر صاحب پر حقیقت منکشف ہوئی تو انھوں نے اپنے الفاظ واپس لے لیے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے اور میری اس تحریر کو عامۃ المسلمین کے لئے نافع بنائے۔ آمین (۲۸)

یہ اعلانِ توبہ اور اقرار کسی عام آدمی کی طرف سے نہیں بلکہ ایک کٹر مسلم لیگی، کلام اقبال کے شارح، قائد اعظم محمد علی جناح کے معتمد علیہ اور انجمن حمایت اسلام کے قائم کردہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہیں۔ اس لئے خالی الذہن ہوکر، تمام تعصّبات سے بالاتر ہوکر، ہر طرح کی سیاسی وابستگیوں سے کچھ وقت کے لئے الگ ہوکر اس مذکورہ بالا توبہ نامہ کے ایک ایک لفظ کو پڑھیں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ یہ الفاظ حضرت مدنی کے کسی شاگرد، مرید، معتقد یا کسی کانگریسی مولوی کے نہیں۔ اس کے باوجود بھی بعض لوگوں کو حضرت مدنی کی شخصیت ہضم نہیں ہورہی ہے۔

خلاصہ: مذکورہ بالا مضمون کا حاصل یہ نکلا کہ علامہ اقبالؒ جب حقیقت حال سے مطلع ہوا تو فوراً اپنے اشعار سے رجوع فرمالیا، لہٰذا ان کے وہ اشعار بھی جن میں حضرت مدنیؒ پر تنقید کی گئی تھی کالعدم ہوچکے ہیں۔ جس طرح کوئی مصنف یا دانشور اپنے کسی سابقہ قول سے رجوع کرلے تو اس قول کو اس کی طرف منسوب کرنا جھوٹ ہے اور ان سابقہ خیالات پر مشتمل اس کے اشعار کو بھی اس کے نظریات قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا علامہ اقبال کی

جانب سے حضرت مدنی پر اپنے اشعار میں لگائے گئے الزامات کے اعلانیہ رجوع کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ مولانا سید حسین احمد مدنی کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے علامہ محمد اقبالؒ کا نام استعمال کرے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم ۱۹۳۸ء میں اس دار فانی سے ابدی زندگی کی طرف کوچ کر گئے جب کہ مولانا مدنیؒ ۱۹۵۷ء میں رحلت فرما گئے کس فرد یا اس کی جماعت نے انگریزوں سے نجات اور محنت اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود کے لئے محنت کی اور کس نیت سے کی، یہ معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہی علیم وخبیر قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ فرمائیں گے۔

مذکورہ صحیح صورتِ حال اور حقیقت کشائی کے بعد اگر کوئی قلم دراز یا زبان دراز ان اشعار کو آڑ بنا کر حضرت مدنیؒ اور ان کے رفقاء پر نشتر زنی کرتا ہے تو وہ اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ نہ صرف پاکستان کی فضا سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ علامہ اقبال مرحوم کی روح کو بھی صدمہ پہنچانے کا مرتکب ہوتا ہے۔اس قسم کے غلط کار لوگ پاکستان میں غالباً یہ تصور کئے بیٹھے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی کالک اپنے چہرے پر مل رہے ہیں۔

یہ پروپیگنڈہ غیروں کی ایک سازش ہے ان کو یہ اشعار تو نظر آتے ہیں اور باقی وہ اشعار، جو علامہ نے قوم کو جھنجوڑنے کے بارے میں، غیروں کی تھذیب کا اسلامی تھذیب کے ساتھ تقابلی جائزہ لینے اور اسی طرح ''اقبال کے پاکستان'' میں مطالبہ اور غدارانِ اسلام جیسے سنہری حروف اور مردہ ضمیروں کو جگانے والے اقوال زریں ہیں ان سے بالکل صرفِ نظر کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنی آنکھوں کی شہتیر نظر نہیں آتی اور دوسروں کی آنکھوں میں تنکا نظر آتا ہے۔

؎ غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

ہمیں چاہئے کہ اپنے کردار و عمل کی انفرادی اصلاح کے ساتھ اپنے مذہب، اپنے ملک وقوم کی تعمیر و ترقی ان کے قیام و دفاع پر توجہ دیں نہ یہ کہ لوگوں کو نصف صدی گذر جانے کے بعد بھی اصل مقصد سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر بے موقع اور بے محل ان کا رخ ماضی کی طرف موڑنے کی کوشش کریں۔ مجھے واثق امید ہے کہ اس تفصیل اور تحقیق کے بعد ان شاء اللہ اس بحث و تمحیص کو آئندہ کے لئے موضوع سخن نہیں بنایا جائے گا۔مضمون کو علامہ کے فکر انگیز اشعار پر ختم کرنا چاہتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں ☆ وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
دیکھ کوئی دل نہ دُکھ جائے تری تقریر سے ☆ وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ ☆ محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ

حوالہ جات

(۱) سنن ابی داؤد: ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "باب في النهي عن سبّ الموتي": دار الکتاب العربی، بیروت س۔ن: ص ۴۲۶: ج ۴

= صحیح ابن حبان: محمد بن حبان، تمیمی: موسسۃ الرسالہ، بیروت س۔ن: ص ۲۹۰: ج ۱۔

(۲) مساوی الاخلاق "باب لا تسبّو الاموات": ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۹۹۳ء: ص ۹۷

= معجم ابن الاعرابی "باب لا تسبّو الاموات": سعید احمد بن محمد المعروف بابن الاعرابی: دار ابن جوزی طبعہ اولیٰ ۱۹۹۷ء: ص ۲۷۵۔

(۳) البقرہ ۲: ۱۴۱۔

(۴) اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۸۷۔

(۵) اقبال کے حضور: نذیر نیازی، سید: اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۱ء: ص ۲۷۱۔

(۶) اقبال کے حضور: ص ۲۹۳، بحوالہ اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۱۶۔

(۷) اقبال اور دعوتِ دین: حیران خٹک: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۰ء: ص ۱۹۹۔

(۸) مسلکِ علمائے دیوبند: محمد طیب، قاری، مولانا: دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱۹۹۱ء: ص ۹۳۔

(۹) متحدہ قومیت اور اسلام: حسین احمد مدنی، مولانا: مجلس قاسم المعارف دیوبند، انڈیا س۔ن: ص ۷۔

(۱۰) مکتوبِ گرامی ۱۲ نومبر ۱۹۴۶ء الحرم، میرٹھ: مدنی نمبر ص ۱۴۱۔

(۱۱) شیخ الاسلام نمبر: روزنامہ الجمعیۃ، دھلی: بروزِ ہفتہ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء: ص ۱۷

= تحریکِ پاکستان کا حقیقی پسِ منظر: مدنی، حسین احمد، مولانا: مکی دار الکتب اردو بازار، لاہور ۱۹۹۵ء: ص ۱۸۵

= عظیم مدنی نمبر: حضرت گل، مولانا: ہفت روزہ ترجمانِ حق، بنوں ۲۵ فروری ۱۹۷۴ء: ص ۴۔

(۱۲) ماہنامہ "حکمت القرآن" ش ۳، ۴: ج ۵: لاہور مئی جون ۱۹۸۶ء

(۱۳) سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالہ نگار جانباز مرزا: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد گجرات س۔ن: ص ۳۲۲، ۳۲۳۔

(۱۴) ارمغانِ حجاز: علامہ اقبال: ادبیات لاہور س۔ن: ص ۲۳۷۔

(۱۵) سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالوں کا مجموعہ: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد، گجرات س۔ن: ص ۳۲۱، ۳۲۲۔

(۱۶) یہ علامہ طالوت کا صحافتی ہے اصل نام ان کا مولانا عبدالرشید نسیم ہے۔

(۱۷) سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالہ نگار جانباز مرزا: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد گجرات س۔ن: ص ۳۲۴ تا ۳۳۱

= اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۸۱، ۸۲۔

(۱۸) قاموس المحیط: علامہ، مجد الدین، فیروز آبادی: مکتبہ رشیدیہ، دہلی ۱۹۳۵ء: ص ۵۲ و ص ۱۶۸: ج ۴۔

(۱۹) انوارِ اقبال: بشیر احمد ڈار: اقبال اکادمی پاکستان، کراچی ۱۹۶۷ء: ص ۱۷۰۔

(۲۰) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ ۲۰۰۵ء: ص ۱۵۵: ج ۱۔

(۲۱) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: ادارۃ العلم والتحقیق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۴۱۵ھ: ص ۱۷۶: ج ۲

(۲۲) بحوالۂ بالا: ص ۱۷۷: ج ۲۔

= اصل حوالہ رختِ سفر (شاعرِ مشرق کا غیر مدون کلام) محمد انور حارث بی۔اے: تاج کمپنی لمیٹڈ بندر روڈ کراچی ۱۹۵۲ء: ص ۱۴۲۔ آپ کے دوست مولانا حکیم فضل الرحمن مرحوم سواتی مقیم آمبور جنوبی ہند کے مشورے سے علامہ اقبالؒ نے اپنے مجموعہ سے مندرجہ بالا پانچ اشعار نکال دیئے۔ بحوالۂ بالا ص ۱۷۸۔

(۲۳) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ ۲۰۰۵ء: ص ۱۵۶: ج ۱۔

(۴۴) کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۴۱۵ھ: ص ۱۸۰: ج ۲

(۴۵) بحوالۂ سابق: ص ۱۷۷: ج ۲۔

(۴۶) ماہنامہ ''الفرید'' ج ۳، ش ۳: دارالعلوم صدیقیہ زروبی، صوابی ۲۰۰۲ء: ص ۲۳۔

(۴۷) کلیات اقبال: محمد اقبال، علامہ: مکتبہ امتیاز راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور ۱۹۹۷ء: ص ۲۷۳۔

(۴۸) یہ توبہ نامہ ماہنامہ ''میثاق'' لاہور کی فروری ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں طبع ہوا تھا پھر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نے اسے شائع کیا بحوالہ اقبال کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۷۵ تا ۷۷۔

مصادر و مراجع

- ☆ قرآن مجید
- ☆ اقبالؒ کے ممدوح علماء: قاضی، افضل حق قرشی: مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۸ء
- ☆ اقبالؒ اور دعوتِ دین: حیران خٹک: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۰ء
- ☆ اقبال کے حضور: نذیر نیازی، سید: اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۱ء
- ☆ ارمغانِ حجاز: علامہ اقبال: ادبیات لاہور س۔ن
- ☆ تحریکِ پاکستان کا حقیقی پسِ منظر: مدنی، حسین احمد، مولانا: مکی دارالکتب اردو بازار، لاہور ۱۹۹۵ء
- ☆ سنن ابی داؤد: ابوداؤد، سلیمان بن اشعث: دار الکتاب العربی، بیروت س۔ن
- ☆ صحیح ابن حبان: محمد بن حبان، تمیمی: موسسۃ الرسالہ، بیروت س۔ن
- ☆ عظیم مدنی نمبر: حضرت گل، مولانا: ہفت روزہ ترجمانِ حق بنوں ۱۹۷۴ء
- ☆ کشکولِ معرفت: حقانی، عبدالقیوم، مولانا: ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۴۱۵ھ
- ☆ کلیات اقبال: محمد اقبال، علامہ: مکتبہ امتیاز راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور ۱۹۹۷ء
- ☆ قاموس المحیط: علامہ، مجدالدین، فیروز آبادی: مکتبہ رشیدیہ، دہلی ۱۹۳۵ء
- ☆ مساوی الاخلاق: ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی: موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۹۹۳ء
- ☆ معجم ابن الاعرابی: سعید احمد بن محمد المعروف بابن الاعرابی: دار ابن جوزی طبعہ اولیٰ ۱۹۹۷ء
- ☆ مسلکِ علمائے دیوبند: محمد طیب، قاری، مولانا: دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی ۱۹۹۱ء
- ☆ متحدہ قومیت اور اسلام: حسین احمد مدنی، مولانا: مجلس قاسم المعارف دیوبند، انڈیا س۔ن
- ☆ انوارِ اقبال: بشیر احمد ڈار: اقبال اکادمی پاکستان، کراچی ۱۹۶۷ء
- ☆ ماہنامہ ''الحق'' (اگست، ستمبر)، ج ۸، ش ۱۱، ۱۲: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۹۷۳ء
- ☆ ماہنامہ ''الحق'' (مارچ)، ج ۱۲، ش ۶: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ۱۹۷۷ء
- ☆ ماہنامہ ''الفرید'' ج ۳، ش ۳: دارالعلوم صدیقیہ زروبی، صوابی ۲۰۰۲ء
- ☆ سید حسین احمد مدنی ایک شخصیت ایک مطالعہ: مقالوں کا مجموعہ: مکتبہ ظفر سرگودھا روڈ فیض آباد گجرات س۔ن
- ☆ شیخ الاسلام نمبر: روزنامہ الجمعیۃ، دہلی: بروزِ ہفتہ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء

■ ■ ■

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

عالم اسلام کی ابتر صورتحال

ع شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

پھر بھی ہمیں یہ گلہ ہے کہ ہم غالب نہیں:

گذشتہ ہفتہ عالمی خبروں میں ایک دل دہلانے والی اور خون کے آنسو رلانے والی خبر ہم سب کی نظروں سے گذری، یہ الگ بات ہے کہ ہم میں سے اکثر اس کو پڑھ کر غالباً آگے بڑھ گئے، لیکن اس میں مجھ جیسے دسیوں طالب علموں کے لیے عالم اسلام کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات کے پس منظر میں اٹھنے والے اس سوال کا جواب تھا کہ حق پر ہونے کے باوجود ہم اہلِ اسلام اس قدر مغلوب اور مظلوم کیوں ہورہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آرہی ہے؟ خبر یہ تھی کہ لبنان، شام اور مصر وغیرہ جا کر دادِ عیش دینے والے عرب نوجوان وہاں کے غیر موزوں سیاحتی حالات کی وجہ سے آج کل برطانیہ کا رخ کررہے ہیں، وہاں ان کی عیاشی، شراب و کباب اور موج مستی میں روزانہ خرچ ہونے والی فضول خرچی واسراف کا اندازہ آپ صرف اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنے استعمال میں رکھنے والی رولکس اور ڈیلکس کاروں کا یومیہ صرف کرایہ ہی ۱۹ر ہزار ڈالر یعنی بارہ لاکھ روپئے روزانہ ادا کررہے ہیں، کچھ ہی دنوں پہلے متحدہ عرب امارات سے بھی ایک خبر آئی تھی کہ وہاں ایک نئے اٹلانٹک نامی ہوٹل کے افتتاح کے موقع پر آتش بازی پر سمندر میں موجود ۲۲۶ کشتیوں کے ذریعہ ڈیڑھ سوملین یعنی پندرہ کروڑ روپئے چند گھنٹے میں پھونک دیئے گئے، اس فضول خرچی کے نظارہ کے لیے فلم انڈسٹریز سے وابستہ دو ہزار لوگوں کو مدعو کرکے ان پر دو سوملین یعنی بیس کروڑ روپئے خرچ کئے گئے اور خود اس ہوٹل کی تعمیر پر پچھتر ارب روپئے کی لاگت آئی۔

ان ہی اخبارات میں دوسری طرف یہ بھی تشویشناک اور نیند اڑانے والی خبر تھی کہ شام سے لبنان، ترکی اور اردن وغیرہ ہجرت کرکے جانے والے اور وہاں کیمپوں میں مقیم پندرہ لاکھ سے زائد پناہ گزینوں میں سے بیشتر لوگ ایک ایک لقمہ کے لیے ترس رہے ہیں، دمشق کے جنوب میں واقع یرموک کیمپ میں نوّے دن کے مسلسل محاصرہ کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں نے وہاں جامع مسجد کے ایک امام کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے اپنی بھوک مٹانے اور جان بچانے کیلیے کتے، بلیوں اور مردہ جانوروں تک کو کھانا شروع کردیا ہے نوزائیدہ معصوم بچوں کی بڑی تعداد اپنی بھوک وفاقہ کش ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ کے نہ ہونے کی وجہ سے بلک بلک کر جان دے رہے

ہیں، برما کے مظلوم مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر ہوکر آسمان کی چھتوں تلے بے سہارا پڑے ہوئے ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں ،غزہ کے فلسطینی مظلومین ظالم مصری فوجوں کی طرف سے سرحدوں اور سرنگوں کے اچانک بند کئے جانے کی وجہ سے غلّوں سے محروم ہوگئے ہیں اور ہر طرف سے محصور ہونے کی وجہ سے ایک وقت کا چولہا جلنا بھی ان کے یہاں ممکن نہیں ہے۔

سوال عذاب کے ٹلنے کا نہیں بڑے عذاب کے نہ آنے کا ہونا چاہیے:

عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کے موجودہ حالات کو ہم جب سامنے رکھتے ہیں اور وہاں کے شہزادوں اور خوش حال ومتمول طبقہ کی عیاشی وفضول خرچی ،اسلام دشمنوں سے ذاتی مفادات اور اپنے اقتدار کے تحفظ کے خاطر مسلم وعرب حکمرانوں کی اسلام دشمنوں سے ساز باز ،اسلام پسندوں سے ان کی نفرت ووحشت اور عامۃ المسلمین پر انسانیت سوز مظالم پر ان کی مجرمانہ خاموشی وغیرہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگتی کہ اب روایتی مسلمانوں سے ملت کی قیادت چھین کر کسی اور کے حوالہ کی جانے والی ہے اور غالباً قیادت کے اس خلا کو مغرب کے حمیت پسند نومسلموں یا پھر مشرق بعید وبرصغیر کے غیرت مند مسلمانوں سے پر کیا جانے والا ہے، اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ ہم جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس میں موجود متمول اور خوشحال طبقہ کو اپنے فسق وفجور میں آگے بڑھنے کی چھوٹ دے دیتے ہیں ،پھر ہمارا وعدہ پورا ہوتا ہے اور ہم پوری قوم کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں (وإذا اردنا أن نهلك قرية امرنامترفيهاففسقوا فيها فحق عليها القول فدمّرناها تدميرا) ،آج ملت اسلامیہ میں عوام میں تو بڑھتی دینداری،ودین پسندی لیکن اس کے برخلاف خواص وحکمرانوں اور سرمایہ داروں میں اسلام کے مقابلہ میں ذاتی مفادات کی ترجیح کے بڑھتے رجحان کو دیکھتے ہوئے صاف نظر آرہا ہے کہ اللہ تعالی کا یہ وعدہ جلد ہی پورا ہونے والا ہے۔

عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کی موجودہ صورت حال واخلاقی انارکی کے اس پس منظر میں اب ہمارا سوال یہ ہونا چاہیے کہ حالات کے اس قدر دگرگوں ہونے اور پانی سر سے اونچا ہونے کے باوجود ہم کیسے بچے ہوئے ہیں اور ہم پر وعدہ خداوندی کے مطابق عذاب کیوں نہیں آرہا ہے ،اس کی بھی وجہ سن لیجئے، رحمت عالم ﷺ نے رورو کر اپنی امت اور ہمارے حق میں التجا کی تھی کہ اے رحیم وکریم آقا:۔پچھلی امتوں کی طرح میری امت کو اس کی نافرمانی واخلاقی انارکی کی وجہ سے اجتماعی طور پر ہلاک نہ فرما، اللہ رب العزت نے اپنی غیر معمولی رحمت ورافت کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا، اگر رحمت خداوندی کا یہ مظہر وعدہ خداوندی کی شکل میں نہ ہوتا تو ہم کب کے ہلاک کردیئے جاتے اور ہماری جگہ دعوتی فرض منصبی کی ادائیگی کے لیے دوسری قوم آگئی ہوتی۔

لیکن حالات سے مایوس ہونے کی بھی ضرورت نہیں:

مسلمان عالمی سطح پر اس وقت جن حالات سے دوچار ہیں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں اس طرح کے حالات نہیں آئے، مشرق سے مغرب تک مسلمان بڑی کسمپرسی کی حالت میں ہیں، روزانہ کے اخبارات میں خبروں کا دوتہائی حصہ فلسطین/ شام/ افغانستان/ مصر/ برما/ بنگلہ دیش/ ترکی/ تیونس/ یمن اور لیبیا وغیرہ کے مسلمانوں کی مظلومیت کی خبروں سے بھرا رہتا ہے، پوری دنیا سے اوسطاً ۵۰۰ مسلمانوں کی روز شہادت کی خبریں آرہی ہیں، خود مسلمانوں کے آپسی انتشار واختلاف، خانہ جنگی اور ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہونے اور اس کے نتیجہ میں بہنے والے خون خرابے اور پوری دنیا کے سامنے ملت اسلامیہ کے تماشہ بننے کی خبروں سے ایک عام مؤمن کا دل بھی بیٹھ جاتا ہے، لیکن ہمیں ان حالات سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ،اس سے دس گنا بُرے اور خراب حالات کا ہماری ملت سامنا کرچکی ہے اور ہر بار وہ اپنی خوداعتمادی اور بصیرت دینی وفراست ایمانی سے اس کا کامیاب مقابلہ بھی کرچکی ہے، آپ کو یہ یاد ہوگا کہ ہمارے آپسی انتشار اور خانہ جنگی کی انتہا اس وقت ہوگئی تھی جب اس کی زد میں خانہ کعبہ جیسا مرکز اسلام بھی آگیا تھا، ۶۴ھ میں خود مسلمانوں کی طرف سے کعبۃ اللہ کے غلاف کو جلایا گیا، اس کی چھت کو گرایا گیا، اس پر سنگ باری کی گئی اور اس کا اس طرح محاصرہ کیا گیا کہ کئی دنوں تک اس کے طواف سے مسلمان محروم رہے، جنگ جمل ۳۶ھ میں حضرت علیؓ وحضرت عائشہؓ کے درمیان غلط فہمیوں کی بناء پر خود مسلمانوں میں سے دس ہزار سے زائد صحابہ کرام وتابعین عظام شہید ہوئے، حضرت عائشہؓ کی طرف سے لڑنے والے تیس ہزار مسلمانوں میں سے نو ہزار اور حضرت علیؓ کی طرف سے لڑنے والے بیس ہزار مسلمانوں میں سے ایک ہزار ستر مسلمان کام آئے، یہ سب یہودی منافق عبداللہ بن سبا کی طرف سے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی ایک کامیاب ومنصوبہ بند سازش تھی جس کا بعد میں فریقین کو احساس بھی ہوگیا، اس کے بعد جنگ صفین میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان بھی موجودہ عراق میں کوفہ کے جنوب میں ایک شدید جنگ ۳۷ھ میں ہوئی، ۶۳ھ میں اسی طرح کی مسلمانوں کی ایک اور آپسی خانہ جنگی میں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا جس میں تین سو شرفاء قریش وانصار کے علاوہ ایک ہزار مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور مسجد نبوی بھی کئی دنوں تک نمازیوں سے محروم رہی، خود نبی اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ نے جن حالات کا سامنا کیا اس طرح کے حالات کا آج ہم تصور بھی نہیں کرسکتے، ایک طرف جھوٹے مدعیان نبوت سامنے آئے تو دوسری طرف ایک بڑی تعداد نے زکاۃ دینے سے انکار کردیا، ایک طرف اسلامی دارالخلافہ پر حملہ کی سازش کی خبریں آئیں تو دوسری طرف مرتدین اسلام نے ناک میں دم کردیا، لیکن جس قوت ایمانی اور اولوالعزمی کے ساتھ صدیق اکبرؓ نے محض اللہ تعالی کے فضل سے اس کا کامیاب مقابلہ کیا وہ اسلامی تاریخ میں ان ہی کا حصہ تھا، ۶۵۶ھ میں تو عالم اسلام میں مسلمانوں کے

ساتھ وہ سانحہ پیش آیا جو بقول مشہور مؤرخ علامہ ابن الاثیر پوری اسلامی ہی نہیں بلکہ انسانی تاریخ میں بھی پیش نہیں آیا، اسلامی دارالخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی اور اٹھارہ لاکھ مسلمان بیک وقت صرف بغداد میں شہید کردیئے گئے، ان کی لاشوں کی بدبو سینکڑوں میل دور ملک شام میں دمشق تک پھیل گئی۔

جہاں مسلمان مغلوب ہوئے وہاں اسلام غالب آیا:

لیکن ان سب واقعات کا آپ تجزیہ کریں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ ایک طرف مسلمان مغلوب ہوئے تو دوسری طرف اسلام غالب آیا، مشرق میں مسلمانوں کی مظلومیت نے مغرب میں اسلام کو اپنی تاثیر دکھانے کا موقع دیا، تاتاریوں نے مسلمانوں کو زیر کیا تو اسلام نے تاتاریوں کو اپنا اسیر بنایا اور کچھ ہی دنوں میں ظالم وسفاک تاتاری قوم خود حلقہ بگوش اسلام ہوگئی، آج افغانستان اور چیچنیا وغیرہ میں موجود مسلم مجاہدین ان ہی نومسلم تاتاریوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، عہد صدیق اکبرؓ میں ان مذکورہ بالا گوناگوں مسائل کے باوجود جزیرۃ العرب کے باہر اسلام دوسری طرف اپنا دائرہ وسیع کررہا تھا، جنگ جمل وصفین میں مسلمانوں کی خانہ جنگی کے باوجود اسی زمانہ میں اسلام ایشیاء وافریقہ سے نکل کر یوروپ وآسٹریلیا میں اپنے جھنڈے گاڑ رہا تھا، ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی پوری دنیا میں مسلمانوں کی سیاسی عمارت کی چھت بیٹھ گئی اور ایک کروڑ ستاون لاکھ مربع کلومیٹر سے مسلم ممالک کا رقبہ ۴۵ لاکھ مربع کلومیٹر میں آکر سکڑ گیا، روس، امریکہ، برطانیہ اور فرانس وغیرہ کی بندربانٹ میں دوتہائی مسلم ممالک کو ہڑپ کرلیا گیا، لیکن صرف ڈیڑھ سو سال میں یہ رقبہ جو ہم سے چھین لیا گیا تھا اس سے دوسوگنا رقبہ اللہ تعالی نے ہمیں واپس دیا، نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں رقبہ میں ۲۱ فیصد کے ساتھ مسلم ممالک تین کروڑ سے زائد رقبہ کے مالک ہیں اور ۲۲۸ ممالک میں ۵۸ آزاد مسلم ممالک عالم اسلام کے پاس ہیں اور صرف گذشتہ ۳۷ سالوں میں مسلمانوں کی آبادی میں ۳۹ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے، اسی طرح ۱۱/ستمبر کے امریکی حادثہ کو لیجئے، اس واقعہ کے حوالہ سے پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھائے گئے، افغانستان کو تباہ وبرباد کیا گیا، عراق پر حملہ کیا گیا، ترکی کو نشانہ بنایا گیا، لیکن دوسری طرف آپ دیکھئے کہ اسی حادثہ نے یوروپ کی ایک بڑی تعداد کو اسلام کو سمجھنے پر آمادہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ ۱۳ سالوں میں یوروپ اور امریکہ میں جتنے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور قرآن مجید کی طلب میں اضافہ ہوا اتنے پچھلے پچاس سال میں نہیں ہوا، ان سطور کو تحریر کرتے ہوئے کل ہی یعنی ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو رائٹر کی عالمی یورپی نیوز ایجنسی نے ایک ایسی خوش کن خبر نشر کی جس سے ہم جیسے کمزور ایمان والوں اور عالم اسلام کے حالات سے متاثر اور دل برداشتہ وافسردہ لوگوں کا بھی غم ہلکا ہوگیا، اس نے اکونامک ٹائمز کے حوالہ سے لکھا کہ امریکہ میں ۱۱/ستمبر کے حادثہ کے بعد صرف برطانیہ میں گذشتہ تیرہ سال میں ایک لاکھ سے زائد برطانوی بندگان خدا نے اسلام قبول کیا اور اس وقت بھی سالانہ ۵۲۰۰/لوگ صرف برطانیہ میں حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں، دوسری طرف اس نے

لکھا ہے کہ خود امریکہ میں بھی اس سے چھ گنا زیادہ لوگ اس وقت اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور ان کا سالانہ اوسط تیس ہزار سے زیادہ ہے، سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے خود اپنے عہد صدارت میں اس بات کا اعتراف کیا کہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ لاکھ سے زائد ہو گئی ہے اور ایک چوتھائی مسلمان ان میں نومسلم ہیں،غرض یہ کہ آپ نے دیکھا کہ کسی ایک جگہ مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کی گئی تو دوسری جگہ اسلام نے سر اٹھا کر اپنے وجود کا ثبوت دیا،ایک خطہ میں وہ مظلوم ہوئے تو دوسرے علاقہ میں فاتح بن کر اپنے زندہ ہونے کا اعلان کیا،مشرق وسطی کے موجودہ حالات میں بھی ہمیں یقین ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا پھر اسی طرح ظہور ہونے والا ہے اور مسلمانوں کی مغلوبیت اسلام کی غالبیت کی شکل میں سامنے آنے والی ہے۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے ،اُدھر ڈوبے ادھر نکلے

ظاھری زوال ہی اسلامی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہوا:

۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے اسلام دشمن عناصر مطمئن ہوگئے کہ اب ہم نے مسلمانوں کی رہی سہی سیاسی ساکھ بھی ختم کردی اور ان کی سیاسی بساط لپیٹ دی گئی ، ۱۹۴۸ء میں قلب اسلام میں فلسطین پر قبضہ کرتے ہوئے اسرائیل کو وجود بخش کر مغرب نے یہ سمجھا کہ اب مسلمان سر نہیں اٹھائیں گے،پھر ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر بھی اسرائیل کا قبضہ کرا کے مسلم دشمن طاقتیں اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگئیں کہ مسلم قیادت نے صہیونیت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنی آخری بے بسی کا ثبوت دیا،لیکن آپ کو یہ معلوم کر کے نہایت حیرت انگیز مسرت ہوگی کہ گذشتہ نصف صدی میں یہی تینوں عالمی واقعات مسلمانوں میں سیاسی بیداری کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئے،مسلم امت نے یہیں سے ایک نئی کروٹ لی ،خواب غفلت سے بیدار ہوئی ،تعلیم پر مسلمانوں کی ازسرنو توجہ شروع ہوئی ،اصلاحی وفکری اسلامی تحریکات کو کھل کر میدان میں آنے کا موقع ملا،نئی تعلیم یافتہ مسلم نسل کا اسلام پر ازسرنو اعتماد بحال ہوا اور اسی مدت میں ان کو یورپ ومغرب میں اسلام کے تعارف کے غیر معمولی دعوتی مواقع بھی حاصل ہوئے،۱۹۶۷ء میں قبلۂ اول پر صہیونیت کے ناجائز قبضہ کے بعد ہدایت سے محروم بندگان خدا کو اسلام کو سمجھنے میں جتنی کامیابی ملی پچھلے سو سال میں نہیں ملی ،ہمیں بصیرت وفراست کی نگاہوں سے ان ناگفتہ بہ حالات کے دعوتی تجزیہ سے یہ اطمینان بھی ہوتا ہے کہ عالم اسلام میں پائی جانے والی اس بے بسی کی کیفیت اور ملت اسلامیہ کی مظلومیت اور مسلم امت کے حق میں بظاہر اسلام دشمن طاقتوں کی منصوبہ بند کوششوں میں کامیابی سے مسلمانوں کو تو ظاہری اعتبار سے وہ نقصان پہنچانے میں کامیاب رہے لیکن اسلام کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے،اس کے انقلاب آفریں پیغام کی تاثیر کے بڑھتے قدم کو روکنے میں ان کو ذرہ برابر بھی کامیابی نہیں ملی ،لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو تو انہوں نے شہید کیا،ان سے

ان کی زمینوں کو چھینا، ملّت کی خواتین کو بیواؤں اور معصوم نونہالوں کو یتیموں کی صف میں لاکھڑا کردیا، نا قابل یقین حد تک ان کو مالی نقصان پہنچایا اور سیاسی طور پر ان کو پسپا بھی کیا، لیکن وہ اسلام کے تئیں مسلمانوں کے غیر متزلزل یقین واعتماد کی دولت کو ان سے چھین نہیں سکے، دین حق سے ان کی وابستگی میں کمی نہیں کر سکے، اسلام سے نسبت پر ان کے افتخار کی دولت کو واپس نہیں لے سکے بلکہ یہی آزمائشیں، مسائل ومصائب نہ صرف ان کو ان کے مذہب ودین سے قریب کرنے کا ذریعہ بنے بلکہ اس سے بڑھ کر معرفت خداوندی سے محروم بندگان خدا کی ایک بڑی تعداد کو اپنے مالک حقیقی کی پہچان کرانے کا بھی ذریعہ بنے، ہالینڈ میں گستاخانہ کارٹون بنا کر وہ سمجھتے رہے کہ ہم خالق کائنات کی طرف سے حیاۃ طیبہ اور سیرت مطہرہ کی صورت میں انسانیت کے لیے دیئے گئے صاف وشفاف آئینہ کو دھندلا ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے، لیکن ان کی یہ کوشش خام خیال ثابت ہوکر اس وقت سامنے آئی جب یورپ کی تعلیم یافتہ غیر مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو حضرت محمد ﷺ کی مثالی شخصیت کے مطالعہ اور اس کو سمجھنے کی طرف اسی کارٹون کے خلاف مسلمانوں میں عالمی سطح پر برپا ہونے والے ہنگامہ نے آمادہ کیا اور اس میں سے کئی لوگوں کو اسلام کی دولت بھی نصیب ہوئی، گذشتہ دنوں فیس بک پر جب ایک بے ہودہ فلم کے ذریعہ سیرت طیبہ کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش ہوئی تو ہم نے مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کی طرف سے اسی فیس بک پر غیر مسلموں کے لیے عالمی سطح پر ایک تحریری مقابلہ کا اعلان کیا اور رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات میں امن کا پیغام کے موضوع پر سب سے اچھے تین مضامین لکھنے والے غیر مسلموں کو دس لاکھ روپئے کے نقد ترغیبی انعامات کا اعلان ہوا تاکہ وہ براہ راست اس بہانہ اسلام کا مطالعہ کر سکیں اور توحید ورسالت کے پیغام سے بھی روشناس ہوسکیں، اس سلسلہ میں ہم نے ان کو ویب سائٹ بنا کر اس موضوع پر توحید ورسالت اور سیرت کے موضوع پر مواد بھی فراہم کیا، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ صرف چھ ماہ میں الحمدللہ ۳۷ ملکوں سے تین ہزار سے زائد تعلیم یافتہ غیر مسلم بندگان خدا نے اس مقابلہ میں حصہ لیا اور جب مقالات موصول ہوئے تو اس میں سے کئی شرکاء نے اس دوران براہ راست اسلام کو سمجھنے کے بعد شرک وکفر سے تائب ہونے کا صاف اعلان کیا، اس نایاب وتاریخی موقع سے فائدہ اٹھا کر جنہوں نے براہ راست اسلام کو سمجھا اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ان کی تعداد تو اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔

لیکن ایک تشویشناک پہلو:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہمیں اس کا تو اندازہ ہوگیا کہ الحمدللہ مسلمانوں کے مغلوب ومظلوم بن کر عالمی نقشہ میں سامنے آنے کے باوجود اسلام غالب آرہا ہے، مسلمانوں کے ذاتی، سیاسی اور اقتصادی نقصان کے باوجود دین حق اپنا اثر پہلے سے زیادہ دکھا رہا ہے اور اسلام کے دائرہ میں برابر وسعت پیدا ہورہی ہے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں

میں بھی دینی بیداری آرہی ہے، پہلے سے زیادہ مساجد تعمیر ہورہی ہیں، لوگ مسجدوں کا رخ کررہے ہیں، نمازیوں میں برابر اضافہ ہورہا ہے، دینی اجتماعات میں پہلے سے زیادہ لوگ شریک ہورہے ہیں، حج وعمرہ کرنے والوں کی تعداد میں ہرسال حیرت انگیز اضافہ ہورہا ہے، متمول وخوشحال گھرانہ کے لوگ اب یورپ جاکر اپنی فیملی کے ساتھ سیر وتفریح کے بجائے حرمین شریفین میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ حاضری کو ترجیح دے رہے ہیں، حفاظ وعلماء کی تعداد بڑھ رہی ہے، مدارس ودینی مراکز اپنا دینی دائرہ وسیع کررہے ہیں، اسلامی تنظیمیں پہلے سے زیادہ قائم ہورہی ہیں، نئے نئے رفاہی وسماجی کاموں کے ادارے تیزی سے وجود میں آرہے ہیں اور واقعی ان اداروں سے کام بھی ہورہا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود ایک تشویشناک پہلو یہ ہے کہ ہماری ملت میں ملی شعور ابھی ٹھیک سے بیدار نہیں ہوا ہے، دین سے وابستگی تو بڑھ رہی ہے لیکن دشمنوں کی چالوں کو سمجھ کر اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ نہیں ہورہا ہے، اعداء اسلام کے منصوبوں کو سامنے رکھ کر بصیرت وفراست سے اس کے مقابلہ کی قوت میں ترقی نہیں ہورہی ہے، مسلمان خود تو دین پر قائم رہنا چاہتے ہیں لیکن اسلام برائے انسانیت اور اللہ تعالی کے رب المسلمین کے بجائے رب العالمین ہونے کے قرآنی وآفاقی پیغام کو عام کرنے کی ضرورت کا مکمل احساس نہیں ہورہا ہے، اللہ تعالی کی زمین پر اللہ تعالی ہی کے احکام کے نفاذ، اقامت دین، خالص اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور محرمات ومنکرات سے پاک خالص دینی بنیادوں پر مالیات، اقتصادیات اور سیاسیات وسماجیات کے اسلامی نمونوں کو انسانیت کے سامنے لانے اور بلکتی، تڑپتی، سسکتی انسانیت کے سامنے اس کا ماڈل پیش کرنے کی کوئی بڑی منصوبہ بندی نہیں ہورہی ہے، ہماری طرف سے اس کے لیے بھرپور کوشش تو درکنار اس کے لیے کی جانے والی کوششوں میں ہاتھ بٹھانے یا کم از کم تنقید وتنقیص نہ کرکے اس کی حوصلہ شکنی کے بجائے خاموش ہی رہ کر اس کو آگے بڑھنے دینے کی بھی اپنے اندر سکت وجرأت اب باقی نہیں رہ گئی ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہالینڈ میں بننے والے گستاخانہ کارٹون پر تو عالم اسلام میں ہنگامہ برپا ہوتا ہے اور پوری ملت تڑپ اٹھتی ہے اور یقیناً یہ احتجاج محسن انسانیت ﷺ سے ہمارے والہانہ تعلق کی وجہ سے عین فطری اور مطلوب بھی تھا، لیکن اسی محسن انسانیت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے خلاف برپا کی جانے والی مغربی سازش کو مصر والجزائر میں کامیاب ہوتا دیکھ کر غیرت منداور حمیت پسند مسلمانوں کا دل تڑپ نہیں اٹھتا ہے، یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ امریکی ویورپی طاقتیں صرف اسلام پسند حکومتوں اور دینی سلطنتوں کو بدنام کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی بلکہ ان کو صہیونیت کی ناپاک اسرائیلی حکومت کے لیے خطرہ بننے والے اشتراکی حکمرانوں مثلاً عراق کے صدام حسین اور لیبیا کے معمر قذافی سے بھی اتنی ہی نفرت ہے جتنی ترکی کے طیب اردگان اور مصر کے محمد مرسی جیسے اسلام پسند قائدین سے ہے، عالم اسلام میں اس کے خلاف احتجاجات نظر نہیں آئے، حسنی مبارک کے خلاف اٹھنے والی تحریک میں اخوان کا ساتھ دینے والے آخر صرف ۵۲ فیصد

ووٹ کیوں تھے، بقیہ ۴۸ فیصد مصریوں کو اسلام سے نفرت و وحشت رکھنے والی سیاسی پارٹیوں سے محبت کیوں تھی اور ان کے حق میں انہوں نے ووٹ کیوں دیا، اخوان کی تحریک جس کی پوری قیادت خالص تعلیم یافتہ، سمجھ دار، ہوش مند، جمیعت پسند ارکان پر مشتمل ہے اور جنہوں نے حسنی مبارک کو ہٹانے کے بعد بھی ایک سال تک نہایت اعتدال وتوازن کے ساتھ حکمرانی کی کوشش کی اور اپنے خالص اسلامی ایجنڈے کو حکمتاً نافذ کرنا تو دور کی بات اس کا اظہار کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا، اخوان جن سے محبت بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ایمان کی علامت اور ان سے بغض ونفرت اسلام سے نفرت کے مترادف ہے ان کی جمہوری واسلامی قیادت سے عرب حکمرانوں کو تو خطرہ محسوس ہوا اور اپنی حکومت کو بچانے کے نشہ میں بعض عرب حکمرانوں نے اسلام دشمن قابض مسیحی ویہودی حکومت سے اپنے کو وابستہ رکھ کر اخوان کی آڑ میں اسی اسلامی نظام سے بغاوت کا اعلان کیا لیکن مسلم عوام کی ایک چھوٹی سی تعداد کو چھوڑ کر باقی علمۃ المسلمین نے اس کے گھمبیر نتائج کو محسوس کرنے کے باوجود عالم اسلام وعالم عرب میں کیوں چپ سادھ لی، خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد ہمارے آباء واجداد ہی تھے جو ہم سے کم تعلیم یافتہ تھے اور بظاہر بھولے بھالے سمجھے جاتے تھے لیکن ان کی فراست وبصیرت کی داد دیجئے کہ انہوں نے اس کے مضمرات کو سمجھ کر پورے عالم اسلام کو اسی وقت سرتاپا احتجاج بنادیا، برصغیر میں خلافت تحریک اسی پس منظر میں شروع ہوئی تھی، خلافت عثمانیہ کے زوال سے بھی بڑھ کر اخوان کی آڑ میں ایک کامیاب اسلامی سلطنت کے قیام کی کامیاب کوششوں کو ناکام کرنے کی اسلام دشمنوں کی ایک فیصلہ کن کوشش مصر میں ہوئی، لیکن افسوس دشمن کی منصوبہ بندی اور اس کے خلاف ان کی اس آخری کوشش کے نتائج کے سمجھنے کے بجائے مغرب ویورپ سے زیادہ اس کی مخالفت میں خود اپنے نظر آئے، دراصل یہ اسی ملی شعور کے فقدان یا کمی کا نتیجہ تھا، جس نے کہا سچ کہا تھا

گھر کے چراغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی

ملت اسلامیہ میں نظر آنے والے اس ملی احساس کے فقدان اور بے ضمیری کے محرکات اور اسباب کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو اس کا بنیادی سبب موجودہ نصاب ونظام تعلیم نظر آتا ہے، پہلے وہی لوگ مغرب سے مرعوب اور دین بیزار ہوتے تھے جو یورپ وامریکہ جاکر وہاں کے نظام تعلیم سے وابستہ رہ کر واپس آتے، اب دشمنوں نے بڑی حکمت عملی اور عیاری سے اس نظام تعلیم کو مسلم ملکوں ہی میں اس طرح رائج کردیا ہے کہ مسلمانوں کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس طرح غیر شعوری طور پر اس نظام تعلیم کی وجہ سے اپنے دین سے وابستہ رہنے کے باوجود اپنے مذہب پر خود اعتمادی کی دولت سے خاموشی سے محروم ہورہے ہیں، یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر انشاء اللہ آئندہ تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

■ ■ ■

مولانا محمد جہان یعقوب *

اسلامی سال کا آغاز اور چند گزارشات

کیلنڈر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کو گریگورین کیلنڈر کہا جاتا ہے، جسے ہم عیسوی سال کا نام دیتے ہیں اور دوسرے کو شمسی کیلنڈر کہا جاتا ہے جسکو ہم قمری تقویم یا ہجری سال کا نام دیتے ہیں۔ ہجری سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے، جسکا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ یہ انتہائی افسوس ناک امر ہے کہ آج کے مسلمان اور بالخصوص نئی پود کو، جو مستقبل کی معمار وصورت گر ہے، اسلامی ہجری تقویم کے مہینوں کے نام تک معلوم نہیں اگر یاد ہیں تو صرف چند مہینے، جو واقعات وخرافات کی طرف منسوب ہیں ۔علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اگرچہ دفتری ضروریات کے تحت گریگورین کیلنڈر کا استعمال درست ہے، تاہم اسلامی مہینوں کے ناموں کا جاننا اور انکی عظمت وفضیلت کا قائل ہونا بھی فرض کفایہ ہے۔

عربوں کی اصل تقویم قمری تقویم تھی مگر وہ مدینہ منورہ کے پڑوس میں آباد یہودی قبائل کی عبرانی (یہودی) تقویم کی طرح اپنے تجارتی اور ثقافتی فائدے کی خاطر خالص قمری کی بجائے قمری شمسی تقویم استعمال کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس قمری شمسی تقویم کو ہمیشہ کیلئے منسوخ فرما کر خالص قمری تقویم کو بحال رکھا تھا جس کا آغاز ہجرت مدینہ کے اہم واقعے سے کیا گیا تھا ،لہٰذا یہ تقویم ہجری تقویم کے نام سے موسوم ہوئی۔ مسلمانوں کا ہجری سال حضور اکرم ﷺ کی ہجرت سے شروع ہوتا ہے جو کہ ہر قسم کے مفاسد اور شرک و نجوم پرستی جیسے رذایل اور لغویات سے یکسر خالی، خالص امن وآشتی کا پیغام ہے اس کی ابتدا خود حضور اکرم ﷺ کے حکم سے ہوئی اور حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں سرکاری مراسلات میں ’’اسلامی قمری ہجری‘‘ تاریخ کا اندراج لازمی قرار دیا تھا۔

شریعت محمدیہ ﷺ میں احکام شرعیہ مثال حج وغیرہ کا دارومدار قمری تقویم پر ہے۔ روزے قمری مہینے رمضان کے ہیں۔ نزول قرآن بھی رمضان میں ہوا، عورتوں کی عدت، زکواۃ کیلئے سال گزرنے کی شرط وغیرہ سب قمری تقویم کے اعتبار سے ہیں۔ عیدین یعنی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا تعلق بھی قمری تقویم سے ہے، تاہم دنیوی مقاصد کیلئے شمسی تقاویم کا استعمال فرض کفایہ ہونے کے علاوہ دینی وملی حمیت کا تقاضا بھی ہے اور باعث اجر وثواب بھی۔

ناس ہو لارڈ میکالے کے وضع کردہ نظام تعلیم کا کہ جس نے ہمیں اسلاف کی دوسری میراث وزریں روایات کے ساتھ ساتھ اپنی اصل ہجری قمری تقویم بھی بھلا دی۔ ہمیں اس اندھیر نگری میں حاکم سے توقعات وابستہ

---

* سینئر ریسرچ اسکالر، جامعہ بنوریہ عالمیہ، سائٹ ایریا کراچی

کر کے خودفریبی میں نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اپنے بچوں کو اہتمام وخصوصیت سے اسلامی سال کے مہینوں کے نام یاد کرانے چاہئیں، تا کہ وہ تقلید اغیار کے غیر محسوس حصار سے نکل سکیں۔

قمری تقویم کی بنیاد زمین کے گرد چاند کی ماہانہ گردش پر ہے اور ہر مہینے کا آغاز نئے چاند سے ہوتا ہے۔ ماہرین کے مشاہدات اور محتاط اندازوں کے مطابق رؤیت ہلال (ننگی آنکھوں سے چاند نظر آنے) اور ولادت قمری کا درمیانی وقفہ کم از کم 20 گھنٹے کا ہونا چاہئے۔ قمری تقویم میں تاریخ کا آغاز غروب شمس سے ہوتا ہے اور قمری مہینہ کبھی 29 دن کا اور کبھی 30 دن کا ہوتا ہے۔ یوں قمری سال عموماً 354 دن اور بعض سالوں میں 355 دن کا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف موجودہ رائج عیسوی تقویم میں آج کل دن کا آغاز رات بارہ بجے سے ہوتا ہے اور اس میں یہ بھی طے ہے کہ ہر سال کون سا مہینہ کتنے دنوں کا ہوگا، اور یہ شعر، جو دراصل ایک انگریزی شعر کا ترجمہ ہے، بچے بچے کو یاد ہے:

تیس دن ستمبر کے، اپریل، جون، نومبر کے   باقی سارے اکتیس کے، سوائے فروری کے

جب کہ فروری کا مہینہ عام سالوں میں 28 دن کا لیا جاتا ہے اور لیپ (چار پر تقسیم ہونے والا ہر چوتھا سال) کے سالوں میں 29 دن کا ہوتا ہے۔ مہینوں کی یہ تعداد خود ساختہ ہے کسی قاعدہ یا ضابطہ کے تحت نہیں البتہ سب مہینوں کے دنوں میں مجموعی تعداد 365 اور لیپ کے سالوں میں 366 دن ہوگی۔ اس کے مقابل قمری تقویم میں ابہام ہے، جس میں کئی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

قمری تقویم کے ابہام کا ایک فائدہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ اور بزرگان دین کی ولادت و وفات کے ایام مبہم رہتے ہیں انسان طبعاً سہولت پسند اور عجلت پسند واقع ہوا ہے زیادہ محنت کے بغیر مکمل ثمرات حاصل کرنا چاہتا ہے اس لئے حضرات انبیاء کرامؑ کی خود ساختہ تواریخ متعین کر لی جاتی ہیں مثلاً عیسائی حضرات نے "25" دسمبر کو حضرت عیسیٰؑ کا یوم ولادت قرار دے رکھا ہے اور اس تاریخ کو ولادت مسیح کی خوشی میں کرسمس مناتے ہیں حالانکہ خود غیر متعصب عیسائیوں کو اعتراف ہے کہ "25" دسمبر حضرت عیسیٰؑ کا یوم ولادت ہرگز نہیں خود ساختہ تہوار منا لینے سے انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس نے اپنے رہنما و پیشوا سے محبت کا حق ادا کر دیا ہے یوں اس کی روزمرہ کی عملی زندگی کی اپنے پیغمبر کی اصل تعلیمات سے موافقت و مطابقت بسا اوقات بتدریج کم ہوتے ہوتے بالآخر نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ قمری تقویم کے ابہام سے حضرات انبیاؑ کی ولادت باسعادت اور وفات کے علاوہ ان کی زندگیوں کے بعض دیگر اہم واقعات کی سو فیصد "توقیت" مشکل ہو جاتی ہے۔ اگر کہیں ایسا ہو بھی جائے تو بھی دنیا بھر کے تمام مقامات پر قمری تواریخ کا یکساں ہونا ضروری نہیں لہٰذا ابہام پھر بھی ایک حد تک باقی رہے گا۔ قمری شمسی تقاویم میں تواریخ اور مہینے تو قمری ہوتے ہیں لیکن ان مہینوں کو موسموں کے مطابق رکھنے کیلئے تقریباً ہر تیسرے سال ان میں ایک ماہ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور سال کے بارہ کی بجائے تیرہ مہینے بنائے جاتے ہیں چونکہ قمری سال شمسی سال سے تقریباً گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہے لہٰذا تین سالوں میں تقریباً ایک ماہ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ قمری تقویم کے ابہام کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ

بعض اہم مواقع پر اس ابہام سے پیدا ہونے والی انتظاری کیفیت (سسپنس) نہایت مسرت افزا ہوتی ہے اہل اسلام مثلاً عید الفطر کے ہلال کی امکانی رؤیت وعدم رؤیت سے پیدا ہونے والی انتظاری کیفیت میں چاند دیکھنے کی والہانہ کوشش کرتے ہیں بچوں، جوانوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کی چاند دیکھنے کی یہ مسرت مساعی ایک عجیب سماں پیدا کرتی ہیں اگر عید وغیرہ کا دن پہلے سے ہی سو فیصد یقین کے ساتھ متعین اور مقرر ہو تو چنداں خوشی نہ ہوتی۔

قمری مہینوں کی موسموں سے عدم مطابقت کا فائدہ یہ بھی ہے کہ بعض نہایت اہم احکام شرعیہ مثلاً صیام رمضان کی تعمیل زندگی بھر میں تمام موسموں میں ممکن ہوگی مثلاً ایک شخص اٹھارہ بیس سال کی عمر میں رمضان کے روزے رکھنا شروع کرتا ہے اور پچاس ساٹھ برس کی عمر تک جسمانی صحت کے لحاظ سے روزے رکھنے کے قابل رہتا ہے تو وہ گرما اور سرما اور بہار وخزاں تمام موسموں میں روزے رکھنے کی سعادت حاصل کر پائے گا۔ اگر اس طرح کے احکام کیلئے شمسی مہینے متعین کئے جاتے تو ساری عمر ایسے احکام کی تعمیل ایک ہی موسم میں ہوتی بلکہ شمالی نصف کرہ اور جنوبی نصب کرہ کے موسمی تضاد کی وجہ سے بعض علاقوں اور ملکوں کے لوگ موسم گرما میں اور دوسرے علاقوں کے لوگ موسم سرما میں ان احکام کی تعمیل کیلئے ہمیشہ پابند ہوکر رہ جاتے اور ان احکام کی بجاآوری کے سلسلے میں موسمی تغیرات کا فائدہ نہ اٹھا سکتے۔__ قمری تقویم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں تاریخ کا تعین گو تقریبی اور تخمینی ہی سہی نہایت آسان ہے کیونکہ سورج کی نسبت چاند کی حالتیں اس کے بتدریج بڑھنے اور گھٹنے کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ناخواندہ شخص بھی چاند کی حالتوں سے قمری تاریخ کا اندازہ کرلیتا ہے، جبکہ سورج کی حالت یکساں رہتی ہے۔ چاند کو ننگی آنکھ سے دیکھنا آسان اور فرحت بخش ہے جبکہ سورج کو ننگی آنکھ سے دیکھنا مشکل اور ضرر رساں ہے۔ اس کے علاوہ ماہرین نے قمری ہجری تقویم کی بعض دیگر خصوصیات یہ بیان کی ہیں:

1۔ سن ہجری کی بنیاد خالص قمری تقویم پر ہے جب سے اس کا آغاز ہوا ہے اس میں آج تک کوئی ترمیم نہیں ہوئی کیونکہ یہ شرعی اور دینی تقویم ہے اس میں ترمیم کا کسی کو حق نہیں۔ دنیا کی مروجہ تقویم میں یہ خصوصیت غالباً صرف قمری تقویم ہی کو حاصل ہے۔ 2۔ سن ہجری کا آغاز واقعہ ہجرت نبوی سے ہوا یوں اس کی بنیاد روحانی ہے۔

3۔ ہفتے کا آغاز جمعۃ المبارک کے دن سے ہوتا ہے۔ 4۔ ہجری تقویم میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی کا شائبہ تک نہیں ہے۔ مہینوں اور دنوں کے ناموں کو کسی سیارے یا دیوی، دیوتا سے کوئی نسبت نہیں۔ 5۔ قمری تقویم چونکہ فطری اور نہایت سادہ ہے لہٰذا شرائع سابقہ میں بھی دینی مقاصد کیلئے یہی مستعمل تھی بعد میں لوگوں نے اس خالص قمری تقویم میں تحریف کرتے ہوئے اسے شمسی یا قمری شمسی تقویم میں بدل ڈالا۔

حاصل یہ ہے کہ ہمیں اپنی اصل پہچان یعنی اسلامی ہجری سال کو بھی بالکل نہیں بھلا دینا چاہیے، بلکہ اس کے نام بھی یاد رکھنے چاہئیں اور اسے استعمال بھی کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ چند سالوں میں ہماری نئی پود کے ذہنوں سے یہ تصور ہی محو ہو جائے کہ ہم بھی ایک زندہ جاوید تہذیب وتاریخ کے امین ہیں، ہمارا بھی ایک شاندار ماضی ہے، ہمارا بھی ایک تشخص ہے، بلکہ تمام تہذیبوں نے تہذیب کا درس ہم سے ہی لیا ہے۔ ■■■

جناب اوریا مقبول جان

ملالہ یوسفزئی اور عبیر قاسم حمزہ الجنابی

جب تک ملالہ نوبل انعام کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی اس ملک کے میڈیا میں ایک شور برپا تھا۔ "ہمارا سر فخر سے بلند ہے، پاکستان کو عزت مل رہی ہے، ایک بچی جس کی جدوجہد علم کے لئے تھی جو خواتین کے حقوق کی پاسداری کے لئے نکلی تھی اور آج پوری دنیا میں ہمارے ملک کا نام روشن کر رہی ہے۔ پوری دنیا اس کی جرات کو سلام کر رہی ہے، اس کے مشن کو جاری رکھنے اور تعلیم کو عام کرنے کیلئے سرمایہ دے رہی ہے۔" اس ملک کے "عظیم" اور "باشعور" دانشوروں کے یہ نعرے میرے کانوں میں گونجتے تھے اور میں سوچتا تھا کہ وہ امن کا نوبل انعام جسے یہ قوم عزت کا تاج سمجھ رہی ہے، کیسے کیسے ظالموں، قاتلوں اور انسانیت کے دشمنوں کے سر پر سجتا رہا ہے۔

ملالہ کا سب سے بڑا وکیل گورڈن براؤن وہی ہے جس نے عراق پر حملہ کرنے کیلئے برطانوی پارلیمنٹ میں نہ صرف ووٹ دیا تھا بلکہ دھواں دار تقریر بھی کی تھی۔ عراق پر وہ جنگ مسلط کی گئی جس نے لاکھوں لوگوں سے صرف تعلیم کا ہی نہیں بلکہ زندگی کا حق بھی چھین لیا۔ عورتوں کے حقوق کے عالمی چیمپین وہ ہیں جن کے ہاتھ مظلوم عورتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور سروں میں عورتوں کی عزتوں سے کھیلنے کی ہوس رچی ہوئی ہیں۔

12 مارچ 2006ء کو ملالہ کی ہم عمر چودہ سالہ عبیر قاسم حمزہ جو عراق کے چھوٹے سے قصبے المحمد یہ میں رہتی تھی، اس پر کیا بیتی؟ دل تھام کر پڑھیئے: عبیر کا والد قاسم حمزہ رحیم اور ماں فخریہ طٰہٰ محسن اپنی اسی بیٹی عبیر، ۶ سالہ بیٹی حدیل، ۹ سالہ احمد اور ۱۱ سالہ محمد کے ساتھ اپنے گھر میں خوش و خرم رہ رہے تھے۔ عبیر کو اس کے والدین بہت کم گھر سے باہر جانے دیتے کہ سامنے گورڈن براؤن کے جمہوری ووٹ سے شروع ہونے والی عراق جنگ کے سپاہیوں کی چیک پوسٹ تھی، جس پر چھ سپاہی پاؤل کورٹز، جیمز بارک، جیسی سپل مین، برائن ہاروورڈ، سٹیون گرین اور انتھونی پرایب موجود تھے۔ جب کبھی یہ بچی باہر نکلتی تو وہ ایسے چھیڑتے اور وہ گھبرا کر اندر بھاگ جاتی۔ ایک دن یہ ان کے گھر گھسے، تلاشی لی اور عبیر کی گال پر سٹیون گرین نے انگلی پھیری جس نے سارے گھر کو خوفزدہ کر دیا۔

جب کبھی وہ اپنے والدین کے ساتھ باہر نکلتی، وہ اس کے طرف دیکھ کر غلیظ اشارہ کرتے ہوئے ویری گڈ کہتے۔ 12 مارچ 2006ء کی صبح وہ شراب پینے میں مشغول تھے کہ عبیر کے دونوں بھائی سکول کے لئے روانہ ہوئے۔ عبیر کو اس لئے سکول سے اٹھالیا گیا تھا کہ والدین ان سپاہیوں سے خوفزدہ تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مکان میں داخل

ہوئے انہوں نے ماں باپ اور چھوٹی بہن کو ایک کمرے میں بند کیا اور عبیر کو دوسرے کمرے میں۔

سٹیون گرین نے اس کے ماں باپ اور چھوٹی بہن کو ایک کمرے میں لے جا کر قتل کر دیا اور دوسرے کمرے میں باقی دو سپاہی اس چودہ سالہ بچی سے زیادتی کرتے رہے۔اس کے بعد گرین کی آواز آئی' میں نے انہیں قتل کر دیا اور پھر وہ بھی عبیر پر پل پڑا۔اس کے بعد ان سپاہیوں نے اس کے سر پر گولی مار کر قتل کر دیا۔ جاتے ہوئے ایک سپاہی نے اس کے زیر جامے کو لائٹر سے آگ دکھائی اور کمرے میں پھینک دیا۔ گھر سے دھواں نکلا تو پڑوسی دوڑے ہوئے آئے اور انہوں نے جس حالت میں اس مظلوم چودہ سالہ بچی کو دیکھا وہ ناقابل بیان ہے۔میں نے جب یہ واقعہ پڑھا اور چودہ سالہ عبیر قاسم حمزہ الجنابی کی تصویر دیکھی تو کئی راتیں بے چینی اور اضطراب سے سو نہ سکا تھا۔

نوبل پرائز دینے والوں اور ملالہ یوسفزئی کی وکالت کرنے والوں کے ہاتھ عبیر جیسی بے شمار معصوم لڑکیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں جو ان کے خوف سے گھروں سے نہیں نکلتی تھیں۔ جنہوں نے ان کی بدمعاش اور غلیظ نظروں کے خوف سے سکول جانا چھوڑ دیا تھا۔عبیر تو ان کے خلاف کوئی ڈائری بھی تحریر نہیں کر رہی تھی جو دنیا کا کوئی بڑا چینل نشر کرتا۔اس نے تو انہیں ظالم' تعلیم کے دشمن اور انسانیت کے قاتل بھی نہیں کہا تھا۔

اس کا والد کسی این جی او کا سربراہ یا کارپرداز نہیں تھا کہ اپنی بیٹی کو ان سپاہیوں کے خلاف اکساتا' اس کی ایک فرضی نام سے ڈائری لکھنے میں مدد کرتا اور پھر دنیا بھر میں داد سمیٹتا۔عبیر تو اس ظلم کی وجہ سے سہم سی گئی تھی۔اس کے زندہ بچ جانے والے بھائیوں نے بتایا کہ جس دن سٹیون گرین نے اس کے گال پر انگلی پھیری' ہمارے والد نے اسی دن اسے سکول سے اٹھا لیا تھا' وہ اس دن بہت روئی اسے گھر کے باہر لگی ہوئی سبزیوں کو پانی دینے اور دیکھ بھال کرنے کا بہت شوق تھا' لیکن اس دن کے بعد سے وہ بس کھڑکی سے انہیں دیکھتی رہتی۔

اس عالمی یا مقامی میڈیا میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے سینے میں دل ہو' جس کے دل میں بیٹی کی محبت جاگتی ہو' جس کی آنکھ سے ظلم پر آنسو نکل آتے ہوں؟ وہ اٹھے اور کہے' آؤ ہم مل کر ایک اور امن انعام کا آغاز کرتے ہیں' ان بچوں کے لئے جو صابرہ وشطیلہ میں مارے گئے' ان مظلوموں کے لئے جو ٹینکوں تلے کچل دیئے گئے' ان قیدیوں کے لئے جن پر کتے چھوڑے گئے' ان بہنوں کے لئے جو ان درندوں کے ہاتھوں اس وقت تک درندگی کا شکار ہوتے رہے جب تک ان کا سانس باقی تھا' عبیر کے لئے جس سے اس کا سکول چھوٹ گیا' جس کے لئے گھر سے نکلنا عذاب ہو گیا۔

لیکن ہم بے حس ہیں' نوبل انعام کی چکا چوند نے ہماری غیرت کے بچے کھچے گھروندے کو بھی ملیامیٹ کر دیا ہے' اٹھارہ کروڑ قوم نے ایک مغربی چینل کے پروگرام میں اپنی اس ہونہار بیٹی کا یہ فقرہ کیسے سن لیا کہ ہم

عورتیں وہاں قیدیوں کی طرح ہیں' وہاں مارکیٹ نہیں جاسکتیں۔

کراچی سے پشاور اور گوادر سے گلگت تک کیا پاکستان یہ ہے کہ جس کی تصویر ملالہ نے اس پروگرام میں پیش کی؟ اس نے کہا ایسے لگتا تھا جیسے ہم جیل میں ہیں۔ میں نے بلوچستان کے دور دراز گاؤں سے لے کر لاہور' کراچی' پشاور اور چھوٹے چھوٹے قصبوں تک عورتوں کو ہر موڑ اور ہر مقام پر دیکھا ہے۔ کھیتوں اور کھلیانوں میں' دفتروں اور فیکٹریوں میں' بازاروں اور ہوٹلوں میں' کیا یہ ہے ملالہ کا قید خانہ؟ کیا یہ کالک ہے جو وہ اس قوم کے منہ پر مل کر نوبل انعام کی سیڑھی پر چڑھنا چاہتی ہے؟ اس قوم کا ہر دانشور' مفکر اور اینکر پرسن عوام کو خوشخبری سناتا ہے' اسے پاکستان کا وقار بلند ہونے کی نوید قرار دیتا ہے۔

ملالہ نوبل امن انعام حاصل کرنے والوں کی صف میں ہی ٹھیک تھی' جس میں اسرائیل کے تین قاتل وزرائے اعظم بیگن اسحاق رابین اور شمعون پیرس بھی کھڑے ہیں۔ نوبل انعام لیتے ہوئے ان کے ہاتھ ہزاروں معصوم فلسطینیوں کے خون سے رنگ ہوئے تھے۔ اس فہرست میں ڈرون حملوں سے معصوموں کی جانیں لینے والا بارک اوباما اور مسلم امہ کا سب سے بڑا دشمن ہنری کسنجر بھی کھڑا ہے۔

یہ غیرت کے سودے ہوتے ہیں جو غیرت مند قوموں کے غیرت مند افراد کیا کرتے ہیں کہ ایسے امن انعامات پر لعنت بھیج دیتے ہیں__ ویت نام کا لیڈر لودیتھو امریکہ سے امن مذاکرات کر رہا تھا جب اسے ہنری کسنجر کے ساتھ امن کا انعام دیا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ ژاں پال سارتر کو ادب کا نوبل انعام دیا گیا تو اس نے بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ مجھے اپنے نام کے ساتھ نوبل انعام یافتہ لکھ کر اپنے ساتھ گھٹیا مذاق نہیں کرنا۔ پاکستان کی ایک مسلمان بیٹی کو مغرب کے قاتل حکمران ہمارے منہ پر کالک ملنے کیلئے استعمال کرتے رہے' اس کے سر پر ایسے ہاتھ امن کا تاج پہنانا چاہتے تھے جن پر عبیر قاسم جیسی کئی مسلمان بچیوں کا خون لگا ہوا ہے۔ یہ بچیاں جنہیں ان ظالموں کے خوف سے گھروں میں قید ہونا پڑا' ان کا سکول چھوٹ گیا' وہ گھروں میں قید ہو گئیں لیکن پھر بھی وہ ان کی ہوس سے اپنی عفت بچا سکیں نہ زندگی۔ ■■■

مفتی غلام حسین *

جامعہ حقانیہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ کا تعارف اور کارکردگی

مخفی علمی خزانوں کا تعارف:

یہ درست ہے کہ ایک طرف تو انسانی دماغ نے فضاء کو محکوم بنایا اور زمین کا سینہ چیر کر اس کے خزانے نکال لائے۔ اور نئی ایجادات نے دنیا کی آنکھیں خیرہ کر ڈالے لیکن دوسری طرف اس وقت نہ اخلاق و اعمال کی پاکیزگی باقی رہی اور نہ عقائد و معاملات کی پختگی نہ دلوں میں اخلاص وللہیت کی روشنی رہی اور نہ سینوں میں امانت و دیانت کی جلوہ گری۔ مختصر یہ کہ انسان سب کچھ ہے مگر آدمیت سے کوسوں دور ہے۔

اگر انسان کو انسانیت اور اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز کیا تو وہ قرآن وسنت کے وہ بنیادی تعلیمات ہیں جو دنیا کے فقیر، درویش اور ادنیٰ نسب کے انسان کو ان خوبیوں، خوشیوں اور کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ جو دنیا کے کسی اعلیٰ نسب اور بادشاہ وقت کو نصیب نہیں ہوتی۔

یہی اسلامی تعلیمات ہیں جو معاشرہ کی بقاء قیام اور امن کا محور ہے۔

دینی مدارس کے قیام کا مقصد:

قرآن وسنت اسلامی تعلیمات کا منبع ہیں دینی مدارس کا مقصد اسلامی تعلیمات کے ماہرین، قرآن و حدیث پر گہری نگاہ رکھنے والے علماء اور علوم اسلامیہ پر دسترس رکھنے والے رجال کار اور ماہرین پیدا کرنا ہے جو آگے مسلمان معاشرہ کا اسلام سے ناطہ جوڑ کر مسلمانوں میں اسلام کی ابدی صداقت کو اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیں۔
اور بلاشبہ یہی مدارس اپنے اس بلند مقصد کے حصول میں سو فیصد نہ سہی تاہم ایک بڑی حد تک کامیاب ضرور ہیں۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ آج دنیا کے کونے کونے میں ''اللہ ہو'' کی یہ پکار قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں اور برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً اسلام کی جو روشنیاں نمایاں نظر آتے ہیں۔ درحقیقت انہی مدارس کا فیض واثر ہے۔
مفکر پاکستان شاعر مشرق علامہ محمد اقبال حکیم شجاع کے نام اپنے ایک خط میں مدارس کی اہمیت سے متعلق لکھتے ہیں:

---

* شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو۔ غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور انکی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا'' (دینی مدارس ابن الحسن عباسی)

مختصراً یہ کہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں جو دین کے ہر شعبے میں دین متین کی خدمات میں مصروف ہیں اور چونکہ ان کا سرا جا کر سینہ نبوت سے جا ملتا ہے۔ اسلیئے کہ انکی تمام ذمہ داریوں اور فرائض تعلیم و تعلم تدریس و تصنیف، دعوت و تبلیغ کیلئے بے پناہ صلاحیت و استعداد، اساتذہ فن کی صحبت و تربیت، طلب علم کی راہ میں جانکاہی جگر سوزی، تقویٰ و تدین ربط و استناد کی ضرورت ہے جسکے بغیر یہ فریضہ وراثت ادا نہیں ہوسکتا۔ مگر ان تمام ذمہ داریوں میں پل صراط پر چلنے جیسی نازک ذمہ داری قضاء و افتاء کی ہے جس کی شرائط و صفات اتنی ہی نازک، حساس اور عمیق ہیں، صرف ذکاوت و ذہانت اور وسعت مطالعہ نہیں بلکہ علماء راسخین کا رسوخ، تبحر علمی، کتاب و سنت کے وسیع متنوع قدیم و جدید ذخیروں پر عبور تغیرات و تبدلات زمانہ سے آگاہی اور ہر لحہ پیدا ہونے والے تہذیبی، معاشرتی اور سماجی و عرفی حالات اور عہد جدید کے پیدا کردہ مسائل اور چیلنجوں سے واقفیت، پھر سائل اور مستفتی کے سوال اور ماخذ شریعت کے نصوص تک پہنچنے کی صلاحیت لازمی ہے جسے فقہ کی ایک تعریف میں ''فهم غرض المتكلم'' سے تعبیر کیا گیا اور حدیث میں جسے ''خیر'' کا ایک عظیم سرمایہ قرار دیا گیا ہے۔ من یر د الله به خیراً یفقهه فی الدین (الحدیث)

بحمد للہ عز وجل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اپنے بے سروسامان نا گفتہ بہ حالات کے باوجود روز اول سے ان صفات سے متصف اور فضل و کمال کے حامل مدرسین، مفتیان عظام عطا فرمائے، جنکے نبوغ و رسوخ، تقویٰ و تدین پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے اور دار العلوم حقانیہ کے وقیع علمی مقام قبولیت خداوندی کی بناء پر اسکے دار الافتاء کو بھی ملک و بیرون ملک علمی، تحقیقی اور عدالتی حلقوں میں سند اعتماد اور عوام میں مقبولیت حاصل ہے۔ دار العلوم حقانیہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء کے کارکردگی اور اہمیت پیش کرنے سے قبل مختصراً فتویٰ کا تاریخی پس منظر ذکر کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں فتویٰ:

رسالت کے زمانہ میں نبی اکرم ﷺ خود مفتی الثقلین تھے اور منصب افتاء پر فائز تھے وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ کے فتاویٰ جوامع الکلم تھے اور آپؐ کے یہ فتاویٰ (یعنی

احادیث) اسلام کا دوسرا ماخذ ہیں ہر مسلمان کے لئے ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور سر مو کسی کو انحراف کرنے کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا الآیۃ

ترجمہ۔ رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تو رک جایا کرو۔

آپ ﷺ کے عہد زریں میں کوئی دوسرا فتویٰ دینے والا نہیں تھا۔ ہاں آپ کسی صحابی کو دور دراز علاقوں کے لئے کبھی کبھی مفتی بنا کر بھیج دیتے تو وہ منصب قضاء وافتاء پر فائز ہوتے اور لوگوں کی صحیح رہنمائی فرماتے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے سے مسلمانوں کی ہر چیز میں یعنی عبادات، معاملات، اخلاقیات و آداب، معاشرت سب چیزوں میں صحیح رہنمائی فرمائی۔ ہر بات میں آپ ﷺ کے فتاویٰ و ارشادات موجود ہیں جو مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہیں

صحابہ کرام کے دور میں فتویٰ:

نبی اکرم ﷺ کے اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد فتویٰ کا کام اور ذمہ داری کا صحابہ کرام نے سنبھالا اور احسن طریقے سے انجام دیا۔ حضرات صحابہ کرام میں جو اصحاب کرام فتویٰ دیا کرتے تھے انکی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زائد تھی، جن میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی، البتہ زیادہ فتویٰ دینے والے سات تھے جن کے نام یہ ہیں: حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ لیکن ان کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام فتویٰ دیا کرتے تھے لیکن ان کے فتاویٰ کی تعداد کم ہیں۔

تابعین کے دور میں فتاویٰ:

تعلیم و تربیت اور فقہ و فتویٰ کا سلسلہ حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد کہیں جا کر رکا نہیں بلکہ اس ذمہ داری کو حضرات اصحاب کرام کے شاگردوں نے احسن طریقے سے سنبھالا اور دل و جان سے اس کی حفاظت کر کے آنے والی نسل تک کما حقہ پہنچایا۔ صحابہ کرامؓ کے دور مبارک میں بفضل الٰہی بہت فتوحات حاصل ہوئے ہیں اس وجہ سے حضرات تابعین مختلف بلاد اسلامیہ میں دین متین کی خدمت انجام دے رہے تھے۔

اکثر بلاد اسلامیہ میں ایسے لوگ مقرر تھے جو لوگوں کی رہنمائی کرتے مدینہ منورہ میں حضرت سعید بن المسیب، ابو سلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عروۃ بن الزبیر، حضرت عبید اللہ، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سلیمان بن سیار اور حضرت خارجہ ابن یزید انہی کو فقہاء سبعہ بھی کہا جاتا ہے۔...... مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح، علی بن ابی طلحہ اور عبدالملک بن جریج یہ کام کیا کرتے تھے۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی ابن ابی سلیمان، عامر بن سراسیل، شعبی، علقمہ، سعید اور مرہ ہمدانی۔ بصرہ میں حضرت حسن بصری، یمن میں طاؤس بن کسان، اور شام میں حضرت مکحول ابو

ادریس الخولانی، شراخبیل بن السمط عبداللہ بن ابی زکریا، الغزالی، عبد بن امیہ، سلیمان بن الحبیب المحاربی، خالد بن معدان، جنید بن نفیر، عمر بن عبدالعزیز اور رجاء بن حیوۃ وغیرہ اس کام میں مصروف تھے۔

سلطنت مغلیہ کے بعد فتویٰ:

دارالافتاؤں اور دارالقضاؤں کا یہ سلسلہ سلطنت مغلیہ کے دور تک اسی صورت حال میں جاری رہا لیکن سلطنت مغلیہ' زوال اور انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد فتویٰ کا کام مدارس دینیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اب بھی یہ کام دینی مدارس ہی میں ہوتا ہے اس لئے کہ دینی مدارس میں دین اور تعلیمات نبویہ کی آماجگاہ ہیں۔

جنگ آزادی کے بعد اسلام کے تحفظ اور فتویٰ کے کام کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے جانشین علماء نے سنبھالا۔ ان میں اکابر علماء دیو بند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں جنکے فتاویٰ مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں دارالافتاء کا قیام:

جامعہ دارالعلوم حقانیہ علوم دینیہ کے میدان میں کسی تعارف کا محتاج نہیں چاردانگ عالم میں جامعہ حقانیہ کی عظمت و شرافت اتنی پھیل چکی ہے کہ شاید جامعہ حقانیہ کی طرح بے سروسامان دور افتادہ کسی ادارہ کو یہ عظمت حاصل نہ ہو۔ حقانیہ کی یہ آفاقی شہرت وسائل و اسباب کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ اللہ کا کرم اور عصر حاضر کے ولی کامل، بانی حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور مرقدہ کے اخلاص، مجاہدہ اور دعاؤں کی برکت ہے حقانیہ کی تاسیس کا نہ کوئی باقاعدہ منصوبہ تھا اور نہ کوئی پروگرام بلکہ حضرت شیخ الحدیثؒ عالم اسلام کے عظیم دینی درسگاہ اور دینی مرکز دارالعلوم دیو بند سے فراغت اور پھر وہاں تدریسی مشاغل میں مصروف رہنے کے دوران رمضان کی چھٹیوں میں اکوڑہ خٹک تشریف لائے، اسی دوران برصغیر پاک و ہند تقسیم ہو گیا اور ملکی حالات نے دوبارہ دارالعلوم دیو بند جانے کی اجازت نہ دی۔ اور دیو بند سے ساتھ آئے ہوئے طلباء اور قرب و جوار کے تشنگان علوم نبویہ نے حضرت شیخ الحدیث کو اپنے گھر سے ملحق ایک چھوٹی سی مسجد میں اشاعت گاہ علم و معارف جامعہ حقانیہ کی تاسیس پر مجبور کر دیا، رفتہ رفتہ طلباء کا ہجوم بڑھتا گیا اور تنگئ مسجد کی وجہ سے درس و تدریس کا سلسلہ مزید وہاں جاری رکھنا ناممکن ہو گیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث کے دل میں اللہ کی طرف سے گویا یہ الہام ہو گیا تھا کہ مسجد باہر کھلی جگہ میں حقانیہ کی بنیاد رکھی جائے۔

اسی مختصر سی تمہید کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دارالعلوم کو مجبوری کی حالت میں الہامی انداز میں وجود ملا۔ اللہ کے فضل و کرم سے دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث پر لوگوں کا اعتماد بڑھتا گیا جسکی وجہ سے اطراف و اکناف سے محبین اسلام کثرت سے آنے لگے لوگ مسائل دینیہ سے واقفیت حاصل کرنے اور اس سلسلہ کے شکوک و شبہات کے ازالہ

کیلئے دن رات دارالعلوم آتے اور حضرت شیخ الحدیث ان کے مسائل شریعت مطہرہ کی روشنی میں حل فرماتے رہے۔

ادھر علاقائی وتدریسی ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہوگئیں کہ حضرتؒ کو عوامی مسائل حل کرنے اور فتویٰ دینے کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو گیا اور مستفتی حضرات کو فتویٰ کے حصول کے لئے انتظار کرنا پڑتا تھا چنانچہ اس ضرورت شدیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دارالعلوم میں باضابطہ طور پر دارالافتاء کا شعبہ قائم کیا گیا اور بحمد للہ دارالعلوم کے قیام سے لے کر آج تک لاتعداد فتاویٰ کا اجراء ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ اپنی حیات طیبہ میں شعبہ افتاء کے علاوہ دیگر شعبہ جات کے نگران وانچارج خود ہی تھے انکے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسان اور حضرتؒ کے اخلاص، خصوصی دعوات کی برکت سے دارالعلوم ہر شعبہ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور باقاعدہ جید علماء کرام اور مفتیان عظام افتاء کی ذمہ داریاں نبھانے پر مامور ہیں۔

دارالعلوم میں شعبہ تخصص فی الفقہ کا اجراء:

۱۴۰۹ھ کے تعلیمی سال کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی سرپرستی میں ان کے مشورہ سے حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم نے دارالعلوم میں باقاعدہ طور پر شعبہ تخصص فی الفقہ قائم فرمایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ اور مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب زید مجدہ' کو اس سلسلہ کے جملہ مراحل اور ذمہ داریاں سونپ دی گئی' داخلہ اہلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ پہلے سال تین طلبہ کے لئے جو دارالعلوم حقانیہ سے درس نظامی کے فاضل ہیں داخلہ کی گنجائش رکھی گئی۔

قیام وطعام ریسرچ وتحقیق کے اسباب اور فراہمی کتب کے علاوہ اس شعبہ کے طلبہ کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ بحمد للہ! یہ شعبہ اپنی کارکردگی' نظام تربیت' نصاب تعلیم' اساتذہ کی محنت' نگرانی اور راہنمائی اور جملہ قواعد و ضوابط کے اعتبار سے توقع سے بڑھ کر کامیاب رہا۔......۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۸۔۱۹۹۷ء تک اس شعبہ کی نگرانی اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب کرتے رہے لیکن ۱۴۱۴ء کو حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالیہ اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے دارالعلوم سے تشریف لے گئے۔ لیکن انکے جانے کے بعد ان ہی کے زیر نگرانی شعبہ تخصص میں پرورش پانے والے انکے جید شاگرد اور ماہر مفتیان عظام حضرت مولانا مفتی غلام قادر نعمانی اور حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقانی سلمہما اللہ نے یہ گرانقدر ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھالی اور اس میں کوئی آنچ آنے نہ دی بلکہ اس میں مزید ترقی کر گئے اور آج تک ان ہی کی زیر نگرانی جاری ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کے درجہ تخصص میں داخلہ کارروائی:

درجہ تخصص کے دو سالہ کورس کیلئے دیگر مدارس اور دیگر درجات میں داخلہ کارروائی کیطرح سال کے ابتدائی دنوں یعنی (شوال المکرم) میں دورۂ حدیث کے درجہ ممتاز میں پاس طلباء کو داخلہ کے امیدوار قرار دے کر ایک انٹری

ٹیسٹ لیا جاتا ہے، جسکا پرچہ جنرل سوالات پر مشتمل ہوتا ہے اور سینکڑوں میں سے متعین، ممتاز اور معیاری ۱۲ طلباء کا انتخاب کر کے درجہ تخصص فی الفقہ کیلئے مختص کئے جاتے ہیں۔ ان دو سالہ کورس میں طلباء کیلئے مفید درسی اور مطالعاتی فتاویٰ جات کا انتخاب کر کے ایک اہم نصاب تیار کیا ہے جسکی فہرست درجہ ذیل ہیں۔

نصاب سال اول...... پہلا چار ماہی (التخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء)

موضوع	نام کتاب	نام مصنف	متعلقہ مباحث
میراث	سراجی	علامہ محمد بن عبدالرشید سجاوندی	از خطبہ تا مناسخہ
اصول افتاء	شرح عقود رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامیؒ	مکمل
معاشیات	اسلام اور جدید معیشت تجارت	مولانا محمد تقی عثمانی	
فقہ	مأخذ فقہ	مولانا مفتی مختار اللہ حقانی (درسی افادات)	فقہ کا لغوی اور اصطلاحی تعریفات۔ فقہ کا تاریخی پس منظر۔ مأخذ اول کتاب اللہ۔ مأخذ دوم سنت رسولؐ مأخذ سوم اجماع' مأخذ چہارم قیاس
مطالعہ فتاویٰ	امدادی الفتاویٰ جلد ۱۔ ۲۔ ۳	حکیم الامۃ محمد اشرف علی تھانویؒ	کتاب الطہارۃ ' الصلوۃ ' الزکوۃ' الصوم' الاعتکاف' الحج ' النکاح' الطلاق' الحدود' التعزیر' النذور' الوقف' احکام المسجد وغیرہ
	کفایت المفتی (جلد ۸)	مولانا کفایت اللہ دہلویؒ	البیوع ' الربوا' الصرف' الودیعۃ' الشرکۃ والمضاربۃ' الدیون' العاریۃ' الغصب' الاضحیۃ' الذبائح
	امداد الاحکام (جلد۱)	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	کتاب الایمان' کتاب التقلید' والاجتہاد کتاب السنۃ والبدعۃ
	مجموعۃ الفتاویٰ (جلد ۱)	مولانا عبدالحئی لکھنویؒ	کتاب القرآن' کتاب العلم والعلماء
	فتاوی رشیدیۃ	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	کتاب وراثت' کتاب ذکر ودعا' آداب قرآن وتعویذ کے مسائل
......	فتاوی محمودیہ (جلد۱)	مفتی محمود حسن گنگوہیؒ	تقلید کی شرعی حیثیت' رد شیعیت' تبلیغی جماعت
......	احسن الفتاویٰ (جلد۱)	مولانا رشید احمد لدھیانوی	کتاب التفسیر والحدیث' کتاب السلوک

......	فتاویٰ دارالعلوم دیو بند (دو جلد)	مفتی محمد شفیعؒ	کتاب الحظر والاباحۃ' اللعب والغناء والتصاویر' رسالۃ المقالات المفیدۃ فی حکم اصوات الالات الجدیدۃ ' معاملات المسلمین باھل الکتاب والمشرکین

نصاب سال اول......دوسرا چار ماہی (التخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء)

موضوع	نام کتاب	نام متعلقہ شروح	نام مصنف	متعلقہ مباحث
اصول افتاء جدید معاشیات	معین القضاۃ درساً		علامہ شمس الحق افغانی	مکمل کتاب
قواعد الفقہ	الاشباہ النظائر درساً شرح المجلۃ		علامہ ابن نجیمؒ ' علامہ خالد الاتاسیؒ	الفن الاول جلد اول
فقہ	مأخذ فقہ		مولانا مفتی مختار اللہ حقانی (درسی افادات)	مأخذ پنجم استحسان۔ششم استصحاب۔ ہفتم استصلاح۔ہشتم اقوال صحابہؓ۔نہم الذرائع۔ دھم شرائع من قبلنا۔ یازدھم اقوال مسلمہ شخصیات ۔دوازدھم ملکی قوانین
مطالعہ کتب فقہ و فتاویٰ	کنزالدقائق	البحر الرائق تبیین الحقائق	علامہ ابن نجیمؒ ' علامہ فخر الدین الزیلعیؒ	کتاب الطہارۃ ومسئلہ و ما ینزح البیر
......	شرح الوقایۃ	السعایۃ عمدۃ الرعایۃ	مولانا عبدالحئی' علامہ ملا علی قاریؒ	باب التیمم مکمل
......	مقدمہ درمختار متن ردالمحتار درساً		مولانا محمد علاؤ الدین حصکفیؒ	مکمل
......	ھدایۃ ثالث (جلد ۳)	فتح القدیر' الکفایۃ' العنایۃ	ابن الھمام جلال الدین الخوارزمی اکمل الدین البابرتی	کتاب ادب القاضی تا فصل فی الیمین
	بدائع الصنائع		علامہ ابوبکر الکاسانیؒ	کتاب الزکوٰۃ' الصوم' الحج
	ردالمحتار		ابن عابدین شامیؒ	اضحیۃ' ذبائح' کراہیۃ
تمرین	حل استفتاءات			

نصاب سال دوم......(التخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء)

موضوع	نام کتاب	نام مصنف	متعلقہ مباحث
	اسلام کا نظام اراضی	مفتی محمد شفیعؒ	
	ملکیت زمین اوراس کی تحدید	علامہ محمد تقی عثمانی	
	انسانی اعضاء اوراس کی پیوندکاری	علامہ تھانوی/مولانا چاٹگامی	

اضافی مطالعہ برائے وسعت معلومات	الحیلۃ الناجزہ للحلیۃ العاجزہ	مولانا اشرف علی تھانویؒ	حسب ضرورت ورعایت وقت
	آلات جدیدہ	مفتی محمد شفیعؒ	
	الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد	مولانا اشرف علی تھانویؒ	
	اوزان شرعیہ	مفتی محمد شفیع	
	اسلام کا نظام تقسیم دولت	......	
	اصلاح الرسوم	علامہ تھانویؒ	
	التصویر	......	
	بوادر النوادر	......	
	بیمہ زندگی	مفتی محمد شفیعؒ	
	پراویڈنٹ فنڈ	مفتی محمد شفیعؒ	
	اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ	
	جواہر الفقہ مکمل	مفتی محمد شفیع صاحب	
	الخیرات الحسان		
	کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت	جعفر شاہ پھلواروی	
	مسئلہ سود	مفتی محمد شفیع صاحب	
	اسلام اور جدید دور کے مسائل	محمد تقی امینی	
	فقہی مقالات	محمد تقی عثمانی	
	تمرین فتویٰ		
	مختلف موضوعات پر مقالات		

درجہ تخصص کے نصاب کے ساتھ ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ تخصص کے سال اول کے طلباء کیلئے ایک الگ کاغذ یومیہ مطالعہ کی کارگزاری کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ جسمیں ہر طالب علم اپنے روزانہ مطالعہ کاروائی، اسمیں آنے والے اہم مسائل، قواعد، ضوابط، اور تاثرات لکھ دیتے ہیں اور ان تاثرات کو روزانہ چیک کیا جاتا ہے اور پورے ہفتہ کی کارگزاری جمعرات کے دن جملہ تاثرات سوال و جواب اور مناقشہ کے بعد شعبہ تخصص کا مشرف ان تاثرات پر دستخط کرتا ہے۔ اس کاغذ کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ ہر طالب علم پر مطالعہ کرنے کیلئے ایک باعث ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ سال کے اختتام پر ہر طالب علم کے پاس، اہم مسائل، قواعد وضوابط کا ایک مجموعہ تیار ہو جاتا ہے جو ایک طالب علم کیلئے بہترین سرمایہ ہے۔ (جاری ہے)

■ ■ ■

محمد اسرار ابن مدنی *

ماحول اور صحت

اسلام کے ترازو میں

اسلام ماحول کے تحفظ کا حکم دیتا ہے۔ ظلم اور فضول خرچی سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿و لاتفسدوا فی الارض﴾ (البقرہ۔۶۰) اور تم زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اسی طرح توازن سے بے پروا ہو کر ماحول کے استعمال میں سرکشی سے منع کرتا ہے اور ہر ایسے فساد سے جو حیوانات اور نباتات کی تباہی کا موجب ہو، اسلام اس سے سختی سے روکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿و لا تبغ فی الارض الفساد﴾ (البقرہ۔۲۲۲) اور تم زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ﴿و اذا تولی سعی فی الارض لیفسدفیھا و یھلك الحرث و النسل﴾ (البقرہ۔۲۲۲) اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے کھیتوں اور نسل کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو فساد پسند نہیں ہے۔

دوسری طرف اسلام ماحول کی اصلاح اور ترقی میں مفید ہر کام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ شجرکاری سے ماحول صاف ستھرا رہتا ہے۔ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مسلمان جب بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کو بوتا ہے اور پھر اس میں سے کوئی انسان یا جانور یا کوئی اور چیز کھاتی ہے تو اسے ضرور اجر ملتا ہے''۔ (مسند شافعی، صحیح ابن حبان)

اسلام ہر اس چیز سے جو کسی بھی شکل میں ماحول کو آلودہ کرے، اسے منع کرتا ہے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: لعنت کی تین باتوں سے بچو۔ پانی پینے کے مقامات، راستے کے درمیان اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے بچو۔ (ابوداؤد) اسی طرح ارشاد نبویؐ ہے: ''راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا نیکی ہے''۔ (ابوداؤد) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ﴿الإیمان بضع و سبعون شعبة و أدناھا إماطة الأذی عن الطریق﴾ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان کا آخری درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینا ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے

---

* رفیق و معاون موتمر المصنفین جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

فرمایا: ''میرے سامنے میری امت کے اچھے اور برے سب عمل پیش کیے گئے تو میں نے اس کے جو اچھے عمل دیکھے ان میں راستے سے دور کی جانے والی ایذا رساں چیز تھی، اور اس کے برے کاموں میں تھوکا ہوا بلغم تھا جو مسجد میں پڑا رہتا ہے، اسے دفن نہیں کیا جاتا''۔ (مسلم)

تفریح اور اسلام:

اسی طرح اسلام انسان کو مناسب تفریح اور حسب ضرورت آرام کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیوں کہ یہ دوبارہ کام کرنے اور صحت کی حفاظت میں معاون ہوتے ہیں۔ حضرت حنظلہ بن ربیعؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اے حنظلہ! گھڑی گھڑی کی بات ہوتی ہے''۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس چیز کا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تعلق نہیں ہے، وہ سراسر فضول، تماشا اور بھول ہے صرف چار باتوں کے سوا .... اور آپؐ نے مرد کا اپنی بیوی سے دل لگی کرنے کا ذکر کیا''۔ (طبران فی معجم الکبیر)

صحت کی حفاظت:

اسلام کی نظر میں صحت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو اس نے اپنی بندوں کو عطا کی ہے، بلکہ یہ ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت ہے، اس لیے ایک طرف تو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے تو دوسری طرف اس کا تحفظ بھی کرنا چاہیے؛ کیوں کہ صحت اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں: ''قیامت کے روز، محاسبہ کے وقت، سب سے پہلے بندہ سے یہ کہا جائیگا کہ کیا میں تجھے جسمانی صحت نہیں دی تھی؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا''؟ (ترمذی) دوسری جگہ ارشاد ہے: ''قیامت کے روز چار باتوں کا پوچھے بغیر کسی انسان کے قدم نہیں ہلیں گے۔ اسکی عمر کے بارے میں کہ اس سے اس نے کس کام میں کھپایا؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر اس نے کیا عمل کیا؟ اسکے مال کے بارے میں کہ اس نے اس سے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اس سے اس نے کس کام میں صرف کیا''؟ (ترمذی ابن حبان)

اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس نعمت کی حفاظت کرے اور اس کا غلط استعمال کرکے اسے تبدیل کرنے یا بگاڑنے سے پرہیز کرے۔ اس نعمت کی حفاظت کی صورت یہ ہے کہ اس کی پوری نگاہ داشت کی جائے اور اس کے بقا اور بہتری کے لیے ہر ضروری کوشش کی جائے۔ مسلمان کو ہر وہ عمل ضرور انجام دینا چاہیے جو ماہر اطبا کے فیصلے کے مطابق صحت کے بچاؤ اور فروغ کے لیے مفید ہو۔

ویسے تو صحت مند معاشرہ قائم کرنے کیلئے ہر شعبہ کے افراد کو اپنی ذمہ داریاں انجام دینی چاہیے مگر بعض افراد کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر ہوتی ہے کہ وہ عوام میں شعور پیدا کریں اور انہیں حفظانِ صحت کے اصولوں سے آگاہ کریں جیسے ڈاکٹر، حکیم، علماے کرام، خطبا اور ائمۂ مساجد وغیرہم۔

اسی طرح بچے جو مستقبل کے معمار ہوتے ہیں انکی صحت' ماحول اور غذا کا خیال رکھنا چاہیے ورنہ بچے بیمار پڑ جائیں گے اور صحت کی جو نعمت ہے اسے گنوا دیں گے۔

بدقسمتی سے پاکستان میں ہر سال پانچ سال تک کے ساڑھے سات لاکھ بچے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو کر موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بہت سے دوسرے بچے ان بیماریوں سے معذور ہو جاتے ہیں' ان میں سے کافی تعداد میں بچوں کو آسان علاج' مناسب دیکھ بھال اور وقت پر حفاظتی انتظامات کراؤ' ٹیکے لگوا کر بچایا جا سکتا ہے۔

بچے کی عمر کے دوسرے سال کے دوران خسرہ کا دوسرا ٹیکہ بھی ضرور لگوائیں۔

عالمی ادارہ صحت کے اندازے کے مطابق پاکستان میں ہر سال تقریباً سات لاکھ بچے نمونیہ کا شکار ہو جاتے ہیں' جن میں سے 27 ہزار بچے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔5 سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات میں 5.7 فیصد کی وجہ نمونیہ ہے۔

بچوں کو 9 خطرناک بیماریوں (بچوں کی ٹی بی' پولیو' خناق' کالی کھانسی' تشنج' ہیپاٹائٹس بی' گردن توڑ بخار' نمونیہ اور خسرہ) سے بچانے کیلئے حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل کروانا نہایت ضروری ہے۔

معمولی بیماریوں یعنی نزلہ' کھانسی' دست اور ہلکے بخار میں بچے کو مقررہ وقت پر حفاظتی ٹیکے لگوائے جا سکتے ہیں۔

حفاظتی ٹیکوں کا کورس بچوں کے لئے بالکل محفوظ ہے۔ کچھ بچوں کو ٹیکے کے بعد بخار ہو جاتا ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ ویکسین کام کر رہی ہے' ایک دو روز میں بچہ ٹھیک ہو جائے گا۔

ان بیماریوں سے آگہی اور لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور لوگوں میں بیداری آگہی پیدا کرنے میں علماء اور خطباء مساجد اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا خطباء و مساجد کو چاہیے کہ وہ اس میں اہم رول ادا کریں اور لوگوں کی حفظان صحت کا خیال رکھیں۔

■ ■ ■

آل پاکستان دینی مدارس مقابلہ مضمون نویسی

پاکستان بھر کے دینی مدارس کے طلبہ و طالبات کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ مضمون نویسی کے ایک مقابلے میں حصہ لیں جس کا موضوع "مذہبی فرقہ واریت: اسباب' نقصانات اور اصلاحی تجاویز" ہے۔ مضمون کا حجم ۳۰۰۰ الفاظ کے قریب ہو۔ مسودہ کمپوزشدہ ہونا چاہیے۔ سافٹ کاپی بھی ای میل کی جا سکتی ہے۔ مضمون وصولی کی آخری تاریخ 5 دسمبر ۲۰۱۳ء یکم ربیع الاول ۱۴۳۵ھ ہے۔ کامیاب طلبہ کو مندرجہ ذیل انعامات دیئے جائیں گے۔

اول: ۱۰ ہزار روپے دوم: ۶ ہزار روپے سوم: ۴ ہزار روپے حوصلہ افزائی: سات انعامات

تحریک اصلاح تعلیم (ٹرسٹ) ۱۳۶ نیلم بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور ۵۴۷۰۰

ای میل: ermpak@hotmail.com

ادارہ

افکاروتاثرات

جناب اشرف علی، ڈپٹی کمشنر انکم ٹیکس ایبٹ آباد
جناب قاضی محمد یعقوب، تلہ گنگ، چکوال

● الحق کے گرانقدر مضامین اور تجزیئے

جون، جولائی کے شمارے نقش آغاز ''مصر میں جمہوری حکومت کا قتل'' اور اگست کے شمارے ''مصر میں انسانیت موت کی دہلیز پر'' مطالعہ کیا۔ یقین جانیئے رات بھر روح تڑپتی رہی اور کئی دن بلکہ ہفتوں آرام نہ آیا۔ مسلمانوں پر اپنوں کے مظالم اور امریکی سامراج کی سازش کا کیا کہنا۔ اللہ پاک نے علمائے ربانیین اور دیوبندی علماء کو یہ امتیاز بخشا ہے کہ جب بھی وہ قلم اٹھاتے ہیں مسلمانوں کے نہ صرف دکھ درد کی صحیح تصویر کھینچتے ہیں بلکہ اس کا حل بھی بتاتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ زیادتی ہوگی کہ جناب استاد العلماء شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب کے ادبی شہپارے ''عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات'' کا ذکر نہ کیا جائے۔ کمال یہ نہیں کہ موصوف نے ۵۰/۴۰ سال کے واقعات دینی علمی معلوماتی قلمبند کئے ہیں، جب ان کی عمر شریف تقریباً ۱۷۔۱۸ سال تھی ...... بلکہ حیرانگی یہ ہے کہ جس چیز پر موصوف نے قلم اٹھایا، پھولوں کے ہار کو جا بجا بکھیرا۔ اس کم عمری میں اردو دان طبقہ بھی حیران ہوگا کہ موصوف نے جس چیز، واقعہ، دینی معلومات خاص کر شیخ التفسیر جناب احمد علی لاہوریؒ کا ذکر فرمایا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وقت گھنٹوں، منٹوں کی باگ ڈور کھینچ کر سامعین کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور پھر ''اسیران مالٹا'' کا ذکر صفحہ ۵ جس انداز میں کیا ہے میرے ناتواں قلم میں اتنی سکت نہیں ہے کہ مزید تبصرہ کروں۔

...... والسلام خیراندیش ...... اشرف علی، ڈپٹی کمشنر انکم ٹیکس ایبٹ آباد

● جرمنی حکومت کی قادیانیوں پر دو تازہ نوازشات

حال ہی جرمنی حکومت کی طرف سے منکرین ختم نبوت کذاب قادیانیوں پر کی گئی دو تازہ نوازشات سے آگاہ کرنے کا مقصد تمام مسلمانوں سے دینی حلقوں اور تحفظ ختم نبوت کی قابل احترام جماعتوں، اداروں اور شخصیات کو بیدار کرنا ہے کہ قادیانیوں کی کمین گاہوں کی سرپرستی میں ملک کے اندر اور بیرون ممالک قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں ملت اسلامیہ کی تشخص اور پاکستان کی نظریاتی شناخت کے لئے مسلسل خطرے کا الارم ہیں۔

پہلی اخباری اطلاع کے مطابق روزنامہ ''جنگ'' لندن 17 جون 2013ء میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق ''جرمنی

کی وفاقی ریاست ہیسن میں قادیانی جماعت (جماعت احمدیہ) کو عیسائی کلیساؤں اور یہودی تنظیموں کی طرح ریاستی قانون کے تحت قائم ادارے کے طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے۔اخبار کے مطابق وفاقی ریاست بون میں جہاں جرمنی میں آباد جماعت قادیانی کے پیروکاروں کی اکثریت مقیم بتائی جاتی ہے۔ جماعت کو ایک پبلک کارپوریٹ کی حیثیت سے اپنے ارکان سے ٹیکس وصول کرنے، اپنے ملازمین کے برابر درجہ دینے اور عبادت گاہیں قائم کرنے جیسے قانونی حقوق حاصل ہو گئے ہیں ۔ دوسری اخباری اطلاع کے مطابق: ’’جرمنی نے پہلی بار اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے مکاتب میں اسلام کی بھی تدریس کرے گا۔اسلامی نصاب تیار کرنے کے لئے اس نے مسلمانوں کی مختلف تنظیموں سے رابطہ کیا۔اس نصاب کی تیاری کے لئے ترکوں کی ایک بڑی تنظیم اور جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) نے اپنی خدمات پیش کیں ۔ چنانچہ ان دونوں کو اسلامی نصاب تیار کرنے کا کنٹریکٹ مل گیا۔اس پر جماعت احمدیہ نے اپنی کامیاب پالیسی پر خوشی کے ڈھول بجائے ۔ادھر ہماری کسی مذہبی تنظیم نے اس جرمن اشتہار کو پڑھا اور نہ سفارت خانہ نے یہ زحمت گوارہ کی کہ اپنی حکومت کو اس جرمن پالیسی سے آگاہ کرے۔یعنی سانپ تو گزر چکا۔سفارت خانہ اب لکیر پیٹ رہا ہے۔ والسلام .... قاضی محمد یعقوب

● مغربی فکر اور فلسفہ سے آگاہی

پورے عالم اسلام میں علمی سطح پر یاست کی کیفیت طاری ہے اہل علم مفقود ہو رہے ہیں اور جو رہ گئے ہیں بیشتر وسائل سے محروم ہیں یا ان کی منزل کچھ اور ہے کچھ اہل علم مناصب کے دوڑ میں شریک ہیں یا ٹی وی چینلوں کے غبار میں گم ہو گئے ہیں' لکھنے لکھانے کی روایت تیزی سے دم توڑ رہی ہے۔اس دور میں کوئی کتاب' کوئی رسالہ ایسا نہیں ہے جو نسیم صبح کے خوشگوار جھونکے کی طرح دل و دماغ کو معطر کر سکے۔رسائل کی اس بھرمار میں اگر دیکھا جائے تو ہمارے رسائل عہد حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش زندہ مسائل سے لاتعلق رہتے ہیں اور بعض رسائل تو مغرب کی آب یاری کے لئے وقف ہیں اور ہمارے دینی رسائل و جرائد میں تو مغربی فکر و فلسفہ کے حوالے سے مضامین کی تشنگی محسوس کی جارہی ہے۔المیہ یہ ہے کہ مغرب ہم سے بخوبی آگاہ ہیں لیکن ہم مغرب اور فکر مغرب سے بالکل ناآشنا جس دن علماء کرام نے مغربی فکر و فلسفہ پڑھ لیا اور اہل علم نے اس کے ردو نقد پر کام شروع کیا تو وہ دن جدیدیت پسندوں کیلئے بے پناہ خوف حزن و ملال اور الم کا دن ہوگا۔امید ہے آپ اپنے رسالہ میں مغربی فکر و فلسفہ کے حوالے سے گرانقدر مضامین شائع کر کے قارئین کو روشناس کرائیں گے اور امت مسلمہ پر احسان بھی ہوگا۔

والسلام .... محمد اسلام حقانی

■ ■ ■

مولانا حامد الحق حقانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ میں تعطیلات عید الاضحیٰ کے بعد دوبارہ اسباق شروع: ۲۶ ؍اکتوبر ۲۰۱۳ بروز ہفتہ سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ۱۵ دن کی عید الاضحیٰ کی تعطیلات ختم ہونے کے بعد دوبارہ اسباق حسب سابق شروع کئے گئے۔

دفاع پاکستان کونسل کا سربراہی اجلاس: ۴؍نومبر ۲۰۱۳ء کو امریکی ڈرون حملے کے بعد کی صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے دفاع پاکستان کونسل کا اہم اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ کونسل کے اہم سربراہان کے ساتھ ۴؍نومبر کو بعد از نماز مغرب اسلام آباد کے پریس کلب میں اہم پریس کانفرنس کی جو میڈیا سے براہ راست بھی نشر ہوئی۔ جماعت الدعوہ کے حافظ محمد سعید صاحب' جماعت اسلامی کے امیر پروفیسر منور حسن صاحب' اہل سنت والجماعۃ کے علامہ محمد احمد لدھیانوی صاحب' جہاد افغانستان کے سرکردہ جرنیل جناب جنرل حمید گل اور دیگر زعماء بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ہمراہ تھے۔

انسٹیٹیوٹ آف مینجمنٹ کی افسران کی دارالعلوم آمد: بی پی ایس ۱۹ گریڈ میں منتقل ہونے والے آفیسر کیلئے مڈ کیئریر مینجمنٹ کورس (MCDC) کا انعقاد کیا گیا۔ مختلف صوبائی اور مرکزی اداروں سے تعلق رکھنے والے ۱۸ اعلیٰ افسران نے اس میں شرکت کی۔ کورس میں صوبہ خیبر پختونخوا کے مختلف اداروں کا وزٹ بھی کرایا گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے نظام و نصاب دیکھنے کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔ ان کو ملٹی میڈیا (پروجیکٹر) کے ذریعے دارالعلوم حقانیہ کے تمام شعبہ جات و فیکلٹیز کا تعارف کرایا گیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کے سیشن میں مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں دینی مدارس کے نظام سے تفصیلی طور پر متعارف کیا' جس پر انہوں نے اطمینان ظاہر کیا۔ اور کہا کہ مدارس اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں ہماری ساری غلط فہمیاں دور ہوگئیں۔ افسران کا تعلق ملک کے چاروں صوبوں اور وفاقی و صوبائی محکموں سے تھا اور مختلف موضوعات پر یہاں کے اساتذہ سے استفادہ اور تبادلہ خیال کرتے رہتے ہیں جس سے مسٹر اور مُلّا کی انگریزوں کی تفریق اور دونوں طبقوں کے درمیان بہت سی غلط فہموں کا ازالہ ہوتا رہتا ہے۔

مغربی میڈیا کی دارالعلوم آمد: ۲۷؍اکتوبر ۲۰۱۳ء کو امریکہ و برطانوی چینل وائس میڈیا انک اور HBO کی ٹیم نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے موجودہ حالات پر تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ ٹیم کی قیادت جناب سروش علوی صاحب کررہے تھے۔ انہوں نے طالبان مذاکرات سمیت دیگر اہم ایشوز پر مولانا سمیع الحق سے انٹرویو کیا۔

دارالعلوم کی نئی جامع مسجد کے بارے میں ایک اہم مشاورتی اجلاس: ۳۱؍اکتوبر بروز جمعرات کو سابق مفتی واستاد اور جامعہ عثمانیہ پشاور کے بانی و مہتمم مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب انجینئر جناب جاوید صاحب اور ماہرین تعمیرات کے ہمراہ دارالعلوم تشریف لائے۔ وفد کا مقصد دارالعلوم کی مجوزہ مسجد کی نئی تعمیر اور نقشوں کا

جائزہ لینا تھا انہوں نے مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوار الحق صاحب سے دفتر میں تفصیلی ملاقات اور طویل مشاورت کی۔اجلاس میں مولانا مطیع الرحمٰن عباسی صاحب کراچی' کی مسجد کے سلسلے میں مساعی کی تحسین کی گئی۔

مختلف علماء' مشائخ اور اکابرین کی دارالعلوم آمد: اہل سنت والجماعت کے مرکزی رہنما اور معروف مقرر حضرت مولانا اورنگزیب فاروقی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور یہاں دارالحدیث میں ہزاروں طلباء سے نہایت ہی علمی خطاب فرمایا اور دارالعلوم کے اساتذہ اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں اسکے علاوہ معروف مصنف' محقق' عالم حضرت مولانا ارشد حسن ثاقب صاحب بھی گزشتہ دنوں دارالعلوم تشریف لائے اور دارالحدیث میں علم النحو' عربی گرائمر و دیگر فنی و علمی موضوعات پر طلبہ سے ایک اہم خطاب فرمایا۔اسی طرح دارالعلوم حقانیہ کے نامور فاضل اور اسلام کا نظام سیاست و حکومت کے مصنف مولانا عبدالباقی نے بھی اسلامی سیاست وحکومت کے موضوع پر اپنے لیکچرز کا آغاز کیا۔

خیبر پختونخوا کے بزرگ عالم دین اور روحانی شخصیت حضرت مولانا غلام ربانی محب باباجی کی وفات:

گزشتہ دنوں خیبر پختونخوا کے بزرگ عالم دین اور پیر طریقت مولانا غلام ربانی محب باباجی وفات پاگئے۔آپ علاقہ کی بہت بڑی علمی و روحانی شخصیت تھے اور علاقہ میں انکی بڑی دینی خدمات ہیں۔حضرت مولانا مدظلہ نے انکے جانشین مولانا اسرار الحق حقانی وقاری احسان الحق سے انکی رہائش گاہ پر جاکر تعزیت کی۔اسی طرح مردان میں گڑھی کپورہ کے مولانا جاوید حقانی کے دینی تعلیمی ادارہ مدرسہ فاروقیہ میں طلباء سے خطاب فرمایا اور فارغ طلبہ وحفاظ کی دستار بندی کی گئی

دارالعلوم کے اساتذہ کا سفر حج وعمرہ: الحمدللہ حسب سابق دارالعلوم حقانیہ سے امسال بھی فریضہ حج کی سعادت حاصل کرنے کیلئے دارالعلوم کے اساتذہ کرام تشریف لے گئے جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے صاحبزادے مولانا حافظ بلال الحق مکی' مدرس جامعہ حقانیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کے برخوردار' مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ' مولانا ارشد علی شاہ صاحب' مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ حقانیہ حضرت مولانا وصال احمد صاحب' مدرس جامعہ مولانا سید یوسف شاہ' مولانا لطیف اللہ حقانی اور دارالعلوم حقانیہ کے قدیم خادم جناب رازم خان صاحب اس سال حج وعمرہ سے فراغت کے بعد واپس آکر اپنی خدمات سرانجام دینا شروع کیں۔

شعبہ تخصص فی الافتاء: شعبہ جات تخصص فی الافتاء والحدیث کیلئے کمپیوٹر کی کلاسیں لازمی قرار دیں' انہیں جدید مسائل پر مہمان دانشوروں سے لیکچر دلوانے کا اہتمام کیا گیا۔تقابل ادیان و مذاہب کے موضوع پر مولانا عبدالرؤف فاروقی' ناظم جمعیۃ علماء اسلام اور اسلام کے نظام سیاست وحکومت پر کتاب کے مصنف مولانا عبدالباقی حقانی سے لیکچر دلوانے کا سلسلہ شروع کردیا گیا۔

شعبہ تجوید وقرأت: درس نظامی کے طلبہ کو تجوید وقرأت کی مزید توسیع اور سہولتیں دینے کیلئے مزید قراءات عشرہ کے ایک جید قاری مصروف تدریس ہوگئے ہیں

جناب شفیق الدین فاروقی کی دعائے صحت کی اپیل: ماہنامہ الحق اور دارالعلوم کے کئی شعبوں میں مولانا مدظلہ کے دیرینہ ممدومعاون جناب شفیق الدین فاروقی صاحب تاحال شدید اور تشویشناک امراض میں مبتلا ہیں' دارالعلوم اور ادارہ الحق سے وابستہ مخلص افراد سے درخواست ہے کہ خلوص قلب سے فاروقی صاحب کی شفاء عاجلہ کاملہ کیلئے دعا فرمائیں۔

ادارہ

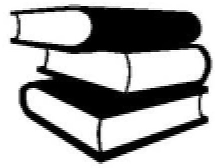

تعارف وتبصرہ کتب

● زنا کی سنگینی اوراسکے برے اثرات............ پروفیسرڈاکٹرفضل الٰہی

زنا ایک انتہائی قبیح اور خطرناک جرم ہے‘اس سے معاشرہ تباہ وبرباد ہوکر جہنم بن جاتا ہے‘ خالق ارض وسما نے انسان کو پیدا کر کے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لئے حدود وقیود مقرر فرمائے حلال وحرام جائز و ناجائز اچھے وبرے کی تمیز سکھلائی تا کہ معاشرہ سکھ چین امن اور عزت وصفت کا پیکر بنے۔شریعت نے جائز بشری ضروریات اور خواہشات پوار کرنے کے لئے راستہ ’’نکاح‘‘ کی صورت میں متعین فرمایا‘ انسان جب قدرت کے دیئے گئے قوانین سے انحراف اور بغاوت پر آمادہ ہوتا ہے۔تو پھر معاشرتی اقدار وروایات ملیامیٹ ہوکر دینی‘ دنیاوی‘روحانی اور جسمانی نقصان کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور نتیجتاً پورا معاشرہ برائی کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے‘ اگر اس سے نکلنے کی تدبیر نہ اپنائی جائے تو یہ عمل پورے معاشرے کا مزاج ہی بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔آخرکار لوگوں کو برائی برائی ہی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اسے بھلائی کا نام دے دیا جاتا ہے۔

ع خرد کا نام رکھ دیا جنوں ایسے خطرناک صورتحال سے حضورﷺ نے لوگوں آگاہ فرمایا۔

’’اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان بدکار ہوجائیں گے اور تمہاری لڑکیاں اور عورتیں تمام حدود پھلانگ جائیں گی۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہﷺ کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں اوراس سے بڑھ کر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نہ بھلائی کا حکم کرو گے نہ برائی سے منع کرو گے۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہﷺ کیا ایسا بھی ہوگا۔فرمایا ہاں اوراس سے بھی بدتر اس وقت تم پر کیا گزرے گی جب تم برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھنے لگو گے۔ہمارے ملک میں جس تیزی سے پرنٹ الیکٹرانک میڈیا اور موبائل کمپنیوں کے علاوہ میڈیا سے فحاشی و بے حیائی کا جو سیلاب پروان چڑھایا جارہا ہے۔اس کا نتیجہ لازمی طور پر جنسی اشتعال انگیزی‘ بے حیائی‘ بیاکی کی صورت میں پیدا ہوگی‘ ہمیں یہ سب کچھ روکنا ہوگا۔زیر نظر کتاب ’’زنا کی سنگینی اوراسکے برے اثرات‘‘ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی نے زنا کی قباحت اوراس کی مہلک اثرات پر لکھی ہے۔دنیا کا ہر مذہب اور سلیم الفطرت انسان اس بدترین فعل کی نفی کرتا ہے‘ امریکہ اور مغرب جو اس فعل کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔وہ بھی اس سے جان چھڑانے کو بھاگے پھر رہے ہیں۔ہمارے مذہب وشریعت نے زنا کا فعل تو دور کی بات ہے اس کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا۔ ولا تقربوا الزنی کتاب ہذا کے مشتملات یوں ہیں‘ پہلے حصہ میں مذاہب عالم‘ یہودیت‘ نصرانیت اور اسلام کا موقف اس برے فعل کے حوالہ سے پیش کیا گیا‘ پھر عقل سلیم سے بھی ثبوت دیا گیا۔کتاب کی قیمت ۴۰۰ روپے ہے۔

■ ■ ■